الصراط المستقیم

راہ ھدایت

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

تنزیلا بنتِ ضرار خان

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
.1	ابتدائے اسلام اور انسان کی تخلیق، آدمؑ اور محمدؐ سے پہلے انبیاء کا جائزہ	8
.2	سیرت نبویؐ کا اجمالی ذکر	16
.3	قرآن مجید	57
.4	توحید	69
.5	شرک	73
.6	فرقہ	85
.7	بدعت	88
.8	عبادت اور آج کے مسلمان	96
.9	مسلمانوں سے خطاب اور ذمہ داری	98
.10	سود	100
.11	قتل	101
.12	جوا	102
.13	نشہ	102
.14	بے ایمانی، دھوکہ، فریب	103
.15	حسد	103
.16	تکبر	104
.17	تہمت یا بہتان	104

.18	طنز اور طعنہ	104
.19	غیبت، بد گمانی	105
.20	جاسوسی	105
.21	جھوٹ	106
.22	نافرمانی (والدین سے سلوک)	106
.23	قطع رحمی	107
.24	ریاکاری (دکھاوا)	108
.25	جادو	110
.26	بے حیائی	110
.27	قرآن مجید کی تعلیم میں آپس کے تعلقات	111
.28	شیطان کا فریب اور دنیاوی زندگی	117
.29	زندگی کا مقصد	123
.30	عوام اور حکمران	125
.31	مسلمان اور کفار کے درمیان معاملہ	127
.32	برے اعمال کی ممانعت	128
.33	نیک اعمال کا حکم	133
.34	نجات کا تصور	138
.35	ایمان	138
.36	توبہ	143

پیش لفظ

مسلمانوں میں فرقہ واریت، بدعات، شرک کی مختلف صورتیں اور کئی نئے رسم ورواج دیکھنے میں آرہے ہیں، جن کا دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے طریقے پہ چل رہا ہے اور مطمئن ہے کہ جیسے وہ بہت بڑی نیکی کر رہا ہے۔ سورۃ الکھف میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِٱلْأَخْسَرِينَ أَعْمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ (الکھف)

''کہہ دیجیے کہ اگر میں تمہیں بتادوں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔''

یہ رسومات نہ نبیؐ کے دور میں رائج تھیں اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی کے دور میں رائج تھیں۔ میں نے مختلف مکتبۂ فکر کے علماء کے لیکچرز اور کتب سے جو کچھ بھی علم حاصل کیا ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھ کر اپنے پاس محفوظ کیا۔ پھر اس نتیجہ پہ پہنچی کہ اسلام ایک خوبصورت اور آسان دین ہے، پھر ہم نے کیوں اسے ایک مشکل مذہب بنا رکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

یسروا ولا تعسروا

''(دین میں) آسانی پیدا کرو اور دشواریوں میں نہ ڈالنا۔'' (صحیح بخاری)

میں نے چاہا کہ جو کچھ میں نے علم حاصل کیا اسے دوسروں تک بھی پہنچایا جائے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

بلغوا عنی ولو آی

''میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' (صحیح بخاری)

مقصد

ایک مسلمان کو دین اور دنیا کی فکر ہمیشہ رہتی ہے۔ اس وجہ سے وہ ایسے اعمال کرتا رہتا ہے جو کہ اس کے دین اور دنیا کو سنوار دیں۔ لیکن وہ کرتا کیا ہے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ وہ دین کے نام پر کر کیا رہا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ دراصل ہمارا دین ہے کیا! اور یہ کہ اللہ ہم سے چاہتا کیا ہے اور ہم وہ کیا عمل کریں جو قبولیت کے درجہ کو پہنچے۔ انہی سوالات کو مد نظر رکھ میں نے یہ کتاب لکھی کہ کم سے کم مواد میں صحیح علم ہر ایک کے لیے آسانی کے ساتھ مہیا ہو سکے، اور اس کتاب کو شائع کرنے کی یہی وجہ بنی۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنۡ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحۡضُرُونِ ﴿٩٨﴾ (المؤمنون)

"اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میرے رب! میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

قَالَ رَبِّ ٱشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرۡ لِيٓ أَمۡرِي ﴿٢٦﴾ وَٱحۡلُلۡ عُقۡدَةٗ مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفۡقَهُواْ قَوۡلِي ﴿٢٨﴾ (طٰه)

"اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔"

قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنۡ أَكُونَ مِنَ ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴿٦٧﴾ (البقرۃ)

"میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔"

وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ إِلَّآ أَن قَالُواْ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسۡرَافَنَا فِيٓ أَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ أَقۡدَامَنَا وَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ (آل عمران)

"اے میرے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں، گناہوں سے درگزر فرما (بخش دے)۔ ہمارے کام جو تیری حدود سے تجاوز کریں (بے جا زیادتی ہوتی ہے) اسے معاف فرما اور ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

رَبَّنَآ ءَاتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحۡمَةٗ وَهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ أَمۡرِنَا رَشَدٗا ﴿١٠﴾ (الکھف)

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارے لیے کام میں درستی کا سامان مہیا کر۔"

رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلۡتَ وَٱتَّبَعۡنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكۡتُبۡنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٥٣﴾ (آل عمران)

"اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کی پیروی کی تو تو ہمیں گواہوں میں لکھ دے۔"

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوبَنَا بَعۡدَ إِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحۡمَةًۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡوَهَّابُ ﴿٨﴾ (آل عمران)

"اے ہمارے رب! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔"

رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيٗا يُنَادِي لِلۡإِيمَٰنِ أَنۡ ءَامِنُواْ بِرَبِّكُمۡ فَـَٔامَنَّاۚ رَبَّنَا فَٱغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلۡأَبۡرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۖ إِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ ٱلۡمِيعَادَ ﴿١٩٤﴾ (آل عمران)

”اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ فرما۔ ہمیں وہ کچھ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کر۔ بے شک تو ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَاۖ ﴿٢٨٥﴾ (البقرہ)

”اے ہمارے رب! ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔“

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَاۚ ﴿٢٨٦﴾ (البقرہ)

”اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں قصور ہو جائیں (تو) اُن پر گرفت نہ کر۔“

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ (البقرہ)

”اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول کر لے۔ تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تُو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

”اے اللہ! دکھا مجھے حق حق ہی اور اس
کی پیروی مجھے عطا کر اور دکھا مجھے باطل
باطل ہی اور عطا کر اس سے بچنا۔“

ابتدائے اسلام، تخلیق آدمؑ اور حضرت محمدؐ سے پہلے انبیاء کا جائزہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتداء حضرت آدمؑ سے کی اور آدم و حوا علیہما السلام کو زمین میں بسایا۔ حضرت آدمؑ پہلے انسان اور پہلے پیغمبر تھے جنھوں نے اسلام اور توحید کی تعلیم دی۔ اسلام چودہ صدی پرانا دین نہیں بلکہ انسان کے وجود میں آنے کے بعد پہلا اور آخری مذہب یہی ہے۔ قرآن پاک میں بیان ہونے والے کئی پیغمبروں کے بہترین قصوں میں سے ایک قصہ بنی نوع انسان کے باپ حضرت آدمؑ کا ہے۔ آپؑ کا قصہ قرآن مجید کی سات مختلف سورتوں میں بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں اس قصے کو بیان کر کے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓاْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِي بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣١﴾ قَالُواْ سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ ۖ فَلَمَّآ أَنۢبَأَهُم بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّيٓ أَعْلَمُ غَيْبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٣٣﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُواْ لِأٓدَمَ فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٣٤﴾ وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٣٥﴾ فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ (البقرہ)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا: ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا کر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ ان سب نے کہا: اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو صرف تو ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا: تم ان کو ان کے نام بتا دو۔ جب انہوں نے بتا دیئے تو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ زمین اور آسمانوں کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے

سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں ہو گیا۔ اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا دیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ (جنت سے)، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک وقت مقررہ تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ پھر حضرت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے (اور معافی مانگی)۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ہم (اللہ) نے کہا کہ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو جو اس کی پیروی کرے گا اس پر کوئی خوف و غم نہیں۔ اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو زمین میں بسایا تو بنی نوع انسان کی نسل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ساتھ ساتھ انسان خالص توحید چھوڑ کر گمراہی اور بت پرستی میں کھو گئے۔ ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء ورسول بھیجے جو انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا درس دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب سے آگاہ کرتے اور اس سے بچانا چاہتے تھے۔ تبلیغ و اصلاح کے اس فریضے کی ادائیگی میں انہیں بے پناہ مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور آزمائش سے گزرنا پڑا۔ کفر و شرک کے علمبرداروں نے اپنی جھوٹی خدائی قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور انبیاء کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں بیان ہے:

قَالُوا۟ ٱبْنُوا۟ لَهُۥ بُنْيَـٰنًا فَأَلْقُوهُ فِى ٱلْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا۟ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَـٰهُمُ ٱلْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ (الصافات)

"وہ کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اس (دہکتی ہوئی) آگ میں اسے ڈال دو۔ انہوں نے تو اس (ابراہیمؑ) کے ساتھ مکاری کرنا چاہی لیکن ہم نے اُنہی کو نیچا کر دیا۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تدبیر سے دین حق کو غالب کر کے اپنے برہان کو پختہ ثابت کر دیا، جیسا کہ ارشاد ہے:

قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَـٰعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَـٰنَارُ كُونِى بَرْدًا وَسَلَـٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا۟ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَـٰهُمُ ٱلْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ (الانبیاء)

"کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔ ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیمؑ کے لیے سلامتی بن جا۔ گو انہوں نے ابراہیمؑ کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔"

سورۃ یوسف میں حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلْغَـٰفِلِينَ ﴿٣﴾ (یوسف)

"ہم اس قرآن کے ذریعہ سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے، تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی شان میں قرآن مجید کی ایک پوری سورت نازل فرمائی تا کہ لوگ غور کریں اور اس میں جو حکمتیں، نصیحتیں اور مسائل ہیں انہیں سمجھیں۔ کس طرح آپ کے بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا، پھر ایک قافلہ آیا، آپ کو کنویں سے نکالا اور بیچ ڈالا۔ پھر کس طرح آپ قید میں رہے یعنی آپ کو تکلیف و آزمائش اور قید کا سامنا کرنا پڑا۔ باوجود اس کے آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ آپ حسن و جمال کے پیکر، صابر و شاکر اور عفو و درگزر کرنے والے نبی تھے۔

حضرت ایوبؑ بھی سخت تکلیف و آزمائش سے گزرے لیکن اللہ کی رضا کے لیے صبر کیا اور صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر ایک صابر اور شاکر نبی کے طور پر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ فَكَشَفْنَا مَا بِهِۦ مِن ضُرٍّ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَٰبِدِينَ ﴿٨٤﴾ (الانبیاء)

"ایوبؑ کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ تکلیف لگ گئی ہے، اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ (تکلیف) انہیں تھا اسے دور کر دیا۔ اور اس کو اہل و عیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دیئے اور اپنی خاص مہربانی کی تا کہ سچے بندوں کے لیے سبب نصیحت ہو۔"

قرآن میں حضرت موسیٰؑ کا بہت زیادہ ذکر ہے کہ کس کس طرح انہوں نے اپنی قوم کی طرف سے مشکلات کا سامنا کیا۔ مصر کے جابر بادشاہ فرعون سے اپنی قوم کو اللہ کی مدد سے نجات دلائی۔ یہ بھی ذکر ہے کہ ایک سرکش فرعون نے ایک اسرائیلی بچہ (حضرت موسیٰؑ کے وجود میں آنے کے ڈر سے) بچوں کے قتل کا پہلا حکم جاری کیا تھا۔

بنی اسرائیل اپنی الہامی کتابوں کی روشنی میں آپس میں حضرت ابراہیمؑ کا یہ فرمان ذکر کرتے تھے کہ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے ہاتھوں مصر کی سلطنت تباہ ہو جائے گی۔ روایت ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور مصر کے تمام قبطیوں (مصری لوگوں) کے گھر جلا گئی لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس خواب سے خوف زدہ تھا۔ اس نے اپنے کاہنوں، عالموں اور جادوگروں کو جمع کیا اور ان سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا انہی میں پیدا ہو گا اور اس کے ہاتھوں اہل مصر تباہ ہو جائیں گے۔ اس لیے اس نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم جاری کیا۔ دوسری طرف اس عظیم خالق کی طرف سے جس کی تقدیر کا کوئی توڑ نہیں اور جس کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا، یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ جس بچے سے یہ خوف زدہ ہے، جس کی وجہ سے اس نے کئی بچوں کو قتل کیا وہ اس کے گھر پر پرورش پائے گا، اس کے گھر میں کھائے پیے گا اور وہ اسے خود بیٹا بنا کر پالے گا۔

تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ۝٢ نَتْلُواْ عَلَيْكَ مِن نَّبَإِ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِٱلْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۝٣ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ۝٤ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ ٱلْوَٰرِثِينَ ۝٥ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَٰمَٰنَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُواْ يَحْذَرُونَ۝٦ (القصص)

”یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ یقینا فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا کر رکھا تھا، اور ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔ پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہی کو پیشوا اور (زمین کا) وارث بنائیں، اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جن سے وہ ڈر رہے ہیں۔“

قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی ذکر ہے کہ کس طرح کوہ طور پر آپؑ کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزات، ان کی مشکلات اور تکالیف، مؤمنوں کی نجات اور فرعونیوں کی غرقابی، فرعون کی آخری لمحے ایمان لانے کی ناکام کوشش کا بھی ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے جو ماہر فن طبیبوں کے بس کی بات نہ تھی۔ قرآن مجید میں مذکور ہے:

إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ٱذْكُرْ نِعْمَتِى عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَٰلِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ ٱلْقُدُسِ تُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ بِإِذْنِى فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِى ۖ وَتُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ بِإِذْنِى ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِى ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ۝١١٠ (المائدہ)

”جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرے انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے، جب میں نے تم کو روح القدس (جبرائیلؑ) سے تائید دی۔ تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی، اور جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، اور جبکہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے، پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے۔ اور تم اچھا کر دیتے تھے مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے، اور جبکہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے۔

اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو کے یہ اور کچھ نہیں۔ اور جبکہ میں نے حوارین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں۔"

جب حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے پاس دلیلیں لے کر آئے تو ان میں جو کافر تھے، انہوں نے کہا یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس کی طرف بلایا اور حضرت محمدؐ کی آمد کی بشارت دی تو اکثر لوگوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ چند نیک لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کی، آپ کی مدد کی اور آپ کا پیغام دوسروں تک پہنچایا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٦﴾

(الصف)

"اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔"

کچھ افراد ایسے تھے جنہوں نے آپؑ کی مخالفت کی اور وقت کے حکمران کو غلط اطلاعات پہنچائیں۔ یہودیوں کی چغلیوں اور سازشوں سے بادشاہ وقت حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوا۔ حتیٰ کہ آپ کو شہید کرنے اور سولی دینے کا فیصلہ کر لیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بچا کر اپنے رسول کو بحفاظت اٹھا لیا، لیکن یہودی اور عیسائی اس باطل عقیدہ پر قائم ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی کو سولی چڑھا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقائد کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ ٱللَّهُۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴿٥٤﴾ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ (آل عمران)

"اور کافروں نے (عیسیٰ علیہ اسلام) کے بارے میں چال چلی اور اللہ تعالیٰ نے بھی (چال) خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں، اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں قیامت کے دن تک، پھر تم سب کو لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔"

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ (النساء)

"اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لیے ان (عیسیٰ علیہ اسلام) کا شبیہ بنادیا گیا، یقین جانو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی علم نہیں سوائے ظن و گمان کی باتوں پر عمل کرنے کے۔ اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔"

اسی طرح کئی پیغمبروں کے قصوں کا بیان موجود ہے، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خَٰلِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ (طٰہٰ)

"اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کے گزرے ہوئی حالات وارداتیں بیان فرمارہے ہیں اور یقینا ہم تجھے اپنے پاس سے نصیحت فرما چکے ہیں۔ اس سے جو منہ پھیرے گا وہ یقینا قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہو گا، جس میں ہمیشہ ہی رہے گا اور ان کے لیے قیامت کے دن (بڑا) برا بوجھ ہے۔"

ہم جانتے ہیں کہ ایک لاکھ ۲۴ ہزار نبی آئے لیکن قرآن مجید میں صرف ۲۵ پیغمبروں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴿٧٨﴾ (غافر)

"یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے۔"

اسی طرح کئی پیغمبر آئے جنہوں نے گمراہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلانے کے لیے اپنی زندگیاں کھپادیں۔ انہیں شرک، بت پرستی اور ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی راہ دکھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسان کی ہدایت کے لیے پیغمبر اور کتاب و صحیفے بھیجے۔ کئی نبی ایسے تھے جن کی قوم کے چند لوگ ہی ایمان لائے جبکہ کچھ نے نبیوں کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی نافرمان قوم پر عذاب نازل کیا جو بعد والوں کے لیے عبرت کا مقام بن گئے۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾ (البقرہ)

"ان پر ذلت اور مسکنت (کم ہمتی) ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔"

أَوَلَمْ يَسِيرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْۚ كَانُوٓاْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُواْ ٱلْأَرْضَ وَعَمَرُوهَآ أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِۖ فَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ (الروم)

"کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام (برا) ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے اور انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی اور ان سے زیادہ آباد کی، اور ان کے پاس رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن (دراصل) وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔"

وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَٰهَا فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَٰتًا أَوْ هُمْ قَآئِلُونَ ﴿٤﴾ فَمَا كَانَ دَعْوَىٰهُمْ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَآ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿٥﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ ٱلَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍۖ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ﴿٧﴾ وَٱلْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ ٱلْحَقُّۚ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُم بِمَا كَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّٰكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَٰيِشَۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾ (الاعراف)

"بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے، سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے کوئی اور بات نہ نکلی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبر سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے، اور اس روز وزن بھی برحق ہے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہو گا، سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہو گا سو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے، اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لیے اس میں سامان رزق پیدا کیا، تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔"

حضرت آدمؑ سے ہر پیغمبر نے ایک ہی تعلیم دی ہے جو توحید پر مبنی ہے۔ پہلے سب ایک ہی دین پر تھے مگر شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو کتابیں دے کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ حق اور توحید سے واضح کر دیں۔

كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ فِيمَا ٱخْتَلَفُواْ فِيهِۚ وَمَا ٱخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

ٱلْبَيِّنَٰتُ بَغْيَۢا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلْحَقِّ بِإِذْنِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾ (البقرہ)

”دراصل لوگ ایک ہی امت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔ اور صرف انہی لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اپنے پاس دلائل آچکنے کے بعد آپس کے بغض و عناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا اس لیے اللہ پاک نے ایمان والوں کے اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی، اور اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔“

تمام انبیاء کا یہی دین تھا جس کی دعوت وہ اپنی اپنی قوم کو دیتے رہے البتہ ہر نبی کی شریعت، احکامات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک شریعت میں بعض چیزیں حرام تو دوسری میں حلال ہیں۔ لیکن دین سب کا ایک ہی یعنی توحید پر مبنی تھا۔ اس لحاظ سے سب کی دعوت ایک تھی لیکن شریعت محمدیہ کے بعد اب ساری شریعتیں بھی منسوخ ہو گئی ہیں اور اب دین بھی ایک اور شریعت بھی ایک ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ (الشوریٰ)

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہونے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے۔“

تمام انبیاء کرام کے بعد آخری پیغمبر محمدؐ تشریف لائے، جو تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ ہر نبی نے آپؐ کا ذکر فرمایا ہے اور تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں آپؐ کا ذکر ہے۔ وہ کتابیں جو اپنی اصل حالت میں نہیں رہیں، اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو آپؐ کا ذکر ملتا ہے۔ دنیا کے بڑے مذاہب کی مذہبی کتابوں میں رسولؐ اللہ کا ذکر موجود ہے، جیسے: یہودی، عیسائی، ہندو دھرم اور بدھ مت وغیرہ۔ ہر کتاب نے رسولؐ اللہ کے آنے کی پیشین گوئی کی ہے اور تاکید کی ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، اسی میں دونوں جہان کی کامیابی ہے۔

سیرت نبویؐ کا اجمالی ذکر

نبی اکرمؐ کی ولادت

آپؐ کی پیدائش ۹ ربیع الاول یا ۱۲ ربیع الاول 571ء کو ہوئی۔ آپؐ کی پیدائش سے چند ماہ قبل ہی آپؐ کے والد عبداللہ انتقال کر گئے تھے۔ آپؐ کی پیدائش پر آپؐ کے دادا عبدالمطلب کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپؐ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس کا شکر ادا کیا اور آپؐ کا نام محمد تجویز کیا۔ یہ نام عرب میں معروف نہ تھا۔

عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے دور رکھنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کے جسم طاقتور، اعصاب مضبوط ہوں اور ایسے گھوارے سے وہ خالص اور ٹھوس عربی زبان سیکھ سکیں۔ اسی دستور کے مطابق عبدالمطلب نے دودھ پلانے والی دایہ تلاش کی اور نبیؐ کو حضرت حلیمہ کے حوالے کیا۔ تقریباً 3، 4 سال تک آپؐ اُن کے ہمراہ رہے۔ اُن کا بیان ہے کہ آپؐ نہ تو شرارت کرتے تھے نہ دیگر بچوں کی طرح خراب الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔ کسی سے جھگڑتے بھی نہیں تھے۔ آپؐ نے بھی اُن سے محبت اور شفقت کی اور ہمیشہ اپنی حقیقی والدہ کی طرح عزت کی۔ رضاعت کے عرصے کے اختتام پر والدہ ماجدہ نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ آپؐ چھ سال کی عمر تک والدہ کی آغوشِ محبت میں رہے۔ پھر حضرت آمنہ کا ارادہ ہوا کہ یثرب (مدینہ) جا کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کریں۔ چنانچہ وہ اپنے یتیم بچے محمدؐ اور اپنی خادمہ اُم ایمن اور اپنے سرپرست عبدالمطلب کے ساتھ کوئی پانچ سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک مقام پر قیام کر کے واپس ہوئیں۔ ابھی ابتدائی راہ میں تھیں کہ بیماری نے آلیا۔ پھر یہ بیماری شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ''ابواء'' پر پہنچ کر رحلت کر گئیں۔

حضرت عبدالمطلب اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچے۔ حضرت عبدالمطلب کے دل میں پوتے کے لیے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ آپؐ کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ آپؐ کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے۔ آپؐ کی عمر ابھی 8 سال دو مہینے دس دن کی ہوئی تھی کہ دادا عبدالمطلب کا سایہ شفقت بھی اٹھ گیا۔ ان کا انتقال مکہ میں ہوا۔ وفات سے پہلے وہ آپؐ کے چاچا ابوطالب کو آپؐ کی کفالت کی وصیت کر گئے تھے۔ ابوطالب نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ آپؐ کو اپنی اولاد میں شامل کیا بلکہ ان سے بھی بڑھ کر مانا اور اعزاز و احترام سے نوازا۔

آپؐ کا بچپن

آپؐ کا بچپن عرب کے ایسے تاریک اور جہالت سے معمور معاشرے میں گزرا جہاں فحاشی، عریانی، جھوٹ، چغل خوری، شراب نوشی، جوابازی اور دیگر بری رسم ورواج اور عادات عام تھیں۔ آپؐ کا بچپن انتہائی پاکیزہ، نفاست پسند اور باکردار گزرا۔

آپؐ کے صرف ایک ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔

آپؐ ہمیشہ بت پرستی سے دور رہے۔ آپؐ انتہائی حلیم الطبع اور بردبار تھے۔ چونکہ آپؐ اپنے چچا ابو طالب کی معاشی حالت کو اچھی طرح جانتے تھے اسی وجہ سے آپؐ نے بچپن میں بکریاں چرائیں۔ جب آپؐ کی عمر 12 برس کی ہوئی تو ابو طالب آپؐ کو ساتھ لے کر تجارت کے لیے ملک شام کے سفر پر نکلے اور بصرہ پہنچے۔ بصرہ شام کا ایک مقام ہے۔ اس شہر میں جرجس نامی ایک راہب رہتا تھا جو بحیرہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اس نے آپؐ کی نورانی شخصیت اور اوصاف کی بنا پر پیشن گوئی کی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نبی بنے گا۔

جنگ فجار

آپؐ کی عمر 15 برس کی ہوئی تو جنگ فجار پیش آئی۔ اس جنگ کو جنگ فجار اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ ماہ محرم میں لڑی گئی اور عرب دستور کے مطابق یہ مہینہ جنگ کے لیے ممنوع تھا۔ یہ جنگ قریش کے دو قبائل کے درمیان لڑی گئی جن میں تجارتی قافلے کو امان دینے پر اختلاف ہوا تھا۔ اس وقت قبیلہ قریش کے سردار آپؐ کے چچا حضرت زبیر تھے۔ اس جنگ میں آپؐ نے باقاعدہ حصہ تو نہیں لیا تھا البتہ آپؐ نے اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیئے تھے۔ یہ جنگ آپؐ کے بچپن کی پہلی جنگ تھی، جو آخر کار چند روز میں صلح پر ختم ہوئی۔

حلف الفضول

اس کے بعد ایک حرمت والے مہینے ذالقعدہ میں حلف الفضول کا معاہدہ پیش آیا۔ چند قبائل قریش نے اس کا اہتمام کیا۔ یہ لوگ عبداللہ بن جُدعان تیمیّ کے مکان پر جمع ہوئے کیونکہ وہ سن و شرف میں ممتاز تھے۔ آپس میں عہد و پیماں کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا، خواہ وہ مقامی ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی مدد اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے۔ اس اجتماع میں رسول اللہؐ بھی تشریف فرما تھے۔ شرفِ رسالت سے مشرف ہونے کے بعد آپؐ فرمایا کرتے تھے: ”میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدہ میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔ اگر (دور) اسلام میں اس عہد و پیماں کے لیے مجھے بلایا جاتا تو میں لبیک کہتا۔“

اس معاہدہ کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ زبید کا ایک آدمی سامان لے کر مکہ آیا اور عاص بن وائل نے اس سے سامان خریدا لیکن اس کا حق روک لیا۔ اس نے سب سے مدد کی درخواست کی لیکن کسی نے توجہ نہ دی۔ اس کے بعد اس نے جبل (پہاڑ) پر چڑھ کر بلند آواز سے چند اشعار پڑھے جن میں اپنی داستان مظلومیت بیان کی تھی۔ اس پر زبیر بن عبد المطلب نے دوڑ دھوپ کی اور کہا کہ یہ شخص بے یارومددگار کیوں ہے! ان کی کوشش سے تمام قبائل جمع ہوئے۔ معاہدہ طے ہونے کے بعد عاص بن وائل سے زبیدی کا حق دلایا۔

تجارت

مکہ کے شرفاء اور امراء کا پیشہ تجارت تھا۔ آپؐ نے مختلف قافلوں کے ہمراہ شام، یمن، بصرہ اور دیگر علاقوں کے کئی بار سفر کیے۔ آپؐ کی سچائی، دیانت داری، انکساری، امانت، شرافت، ایمان داری اور صلح جوئی کا چرچا پورے مکے میں تھا۔ یہی خصوصیت آپؐ کی عزت کا باعث تھی۔ لوگ آپؐ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد مکہ کی ایک شریف، پاک باز اور بلند اخلاق تاجر خاتون تھیں جن کو لوگ طاہرہ کہا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو اپنا مال تجارت کرنے کے لیے دیتی تھیں اور مضاربت کے اصول پر ایک حصہ طے کر لیتی تھیں۔ پورا قبیلہ قریش ہی تاجر پیشہ تھا۔ جب انہیں رسولؐ کی راست گوئی، امانت اور اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعہ پیش کش کی کہ ان کا مال تجارت کے لیے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے جائیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر 25 سال تھی۔ وہ دوسرے تاجروں کو جو کچھ دیتی رہیں، اس سے بہتر اجرت آپ کو دینے کی پیش کش کی جو آپؐ نے قبول کی اور ان کا مال لے کر میسرہ کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے۔

شادی

رسول اللہؐ واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال میں ایسی امانت اور برکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ادھر ان کے غلام میسرہ نے آپؐ کے اخلاق، بلند پایہ کردار، موزوں انداز فکر اور امانت دارانہ طور طریقے کے متعلق اپنے مشاہدات بیان کیے۔ اس سے پہلے بڑے بڑے سردار اور رئیس حضرت خدیجہؓ سے شادی کے خواہاں تھے لیکن انہوں نے کسی کا پیغام قبول نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی بات اپنی سہیلی نفیسہ سے کی اور نفیسہ نے جا کر نبیؐ سے گفتگو کی۔ آپؐ نے اپنے چچاؤں سے اس معاملے میں بات کی۔ انہوں نے حضرت خدیجہؓ کے چچا سے بات کی اور شادی کا پیغام دیا۔ اس کے بعد شادی ہو گئی۔ یہ ملک شام سے واپسی کے دو مہینے بعد کی بات ہے۔ آپؐ نے مہر میں 20 اونٹ دیئے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال تھی اور وہ نسب و دولت اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے اپنی قوم کی سب سے معزز اور افضل خاتون تھیں۔ یہ پہلی خاتون تھیں جن سے رسول اللہؐ نے شادی کی اور ان کی وفات تک کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔

ابراہیم کے علاوہ رسولؐ کی بقیہ تمام اولاد انہی سے تھی۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے اور انہی کے نام پر آپؐ کی کُنیت ابو القاسم پڑی۔ پھر زینبؓ، اُم کلثومؓ، فاطمہؓ اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔ عبد اللہ کا لقب طیب اور طاہر تھا۔ آپؐ کے سب بچے بچپن میں ہی انتقال کر گئے البتہ بچیوں میں سے ہر ایک نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے سوا باقی سب کا انتقال آپؐ ہی کی زندگی میں ہوا۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات آپؐ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوئی۔

کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کے تنازع کا فیصلہ

آپؐ کی عمر کا پینتیسواں سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ صرف

قد سے کچھ اونچی چار دیوار کی شکل میں تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کے زمانے ہی سے اس کی بلندی 9 ہاتھ تھی اس پر چھت نہ تھی۔ تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا۔ عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ ادھر اسی سال زوردار سیلاب آیا جس کے بہاؤ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا اور اس کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کبھی بھی گر سکتا تھا۔ اس لیے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام برقرار رکھنے کے لیے اسے ازسرنو تعمیر کریں۔ اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ نئی تعمیر کے لیے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا لیکن کسی کو اس کی جراءت نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ مخدومی نے ابتدا کی۔ جب دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کیا۔ جب قواعد ابراہیم تک ڈھا چکے تو تعمیر کا آغاز کیا۔ تعمیر کے لیے ہر قبیلے کا الگ الگ حصہ مقرر تھا۔ ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ تعمیر شروع ہوئی۔ باقوم نامی ایک رومی معمار نگراں تھا۔ جب عمارت حجر اسود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو! یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سرزمین حرم میں سخت خون خرابا ہو جائے گا۔ پھر ابو امیہ مخزومی نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازہ سے دوسرے دن جو سب سے پہلے داخل ہو گا اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہؐ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ (ھذا الامین رضیناہ ھذا محمدؐ) "یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں، یہ محمدؐ ہیں۔" پھر جب آپؐ قریب پہنچے اور انہوں نے آپؐ کو مسئلے کی تفصیل بتائی۔ آپؐ نے ایک چادر طلب کی، بیچ میں حجر اسود رکھا اور متنازع قبائل کے سرداروں سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھا لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب چادر حجر اسود کے مقام پر پہنچ گئی تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا جس پر ساری قوم راضی ہو گئی۔

نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت

نبیؐ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر لوگوں کے مختلف طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ اصابت فکر، دور بینی اور حق پسندی کا بلند مینار تھے۔ آپؐ کو حسنِ فراست، پختگی فکر اور وسیلہ و مقصد کی درستگی سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ آپؐ اپنی طویل خاموشی سے مسلسل غور و فکر، دائمی حق کی تلاش میں تھے۔ آپؐ نے اپنی روشن اور وسیع عقل و فطرت سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتوں کے احوال کا مطالعہ کیا۔ جن خرافات میں سب لت پت تھے ان سے سخت بیزاری محسوس کی۔ چنانچہ آپؐ نے سب سے دامنِ کش رہتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر طے کیا، یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہوتا اس میں شرکت فرماتے ورنہ اپنی مقررہ تنہائی کی طرف پلٹ جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے شراب کو کبھی منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا اور بتوں کے لیے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت

نہ کی۔ آپ ؐ کو شروع ہی سے ان باطل معبودوں سے اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظر میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی، حتیٰ کہ لات و عزیٰ کی قسم سننا بھی آپ ؐ کو گوارانہ تھا۔ نبی کریم ؐ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چنانچہ آپؐ سب سے زیادہ بامروت، سب سے خوش اخلاق، سب سے معزز ہمسایہ، سب سے بڑھ کر دوراندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ پاک نفس، سب سے نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند نفس اور سب سے بڑے امانت دار تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کا نام ہی ''امین'' رکھ دیا تھا۔

غار حرا

رسول اللہ ؐ کی عمر جب 40 برس کے قریب ہوئی تو آپ ؐ کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ آپ ؐ ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور کوہ حرا کے ایک غار میں رہتے۔ یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک کوتَل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ ؐ جب وہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ ؓ بھی آپ ؐ کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ ؐ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ کائنات کے مشاہدات اور اس کے پیچھے کار فرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ؐ کو اپنی قوم کے شرکیہ عقائد پر بالکل اطمینان نہ تھا لیکن آپ ؐ کے سامنے کوئی واضح راستہ، معین طریقہ اور افراط و تفریط سے ہٹی ہوئی کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپؐ اطمینانِ قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔ نبی ؐ کی یہ تنہائی پسندی بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ ؐ کو آنے والے کار عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔

جبرائیل ؑ وحی لاتے ہیں

جب آپ ؐ کی عمر 40 برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو نبوت سے مشرف کیا۔ حضرت جبرائیل ؑ قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ ؐ کے پاس تشریف لائے اور آپ ؐ سے کہا کہ پڑھو! آپ ؐ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ؐ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھو! میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر تیسری بار پکڑا، دبوچا، پھر چھوڑ کر کہا:

ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ ٱلْإِنسَٰنَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ (العلق)

''پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔''

ان آیات کے ساتھ رسول اللہ ؐ پلٹے تو آپ ؐ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ حضرت خدیجہ ؓ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ ؐ کو چادر اوڑھا دی، یہاں تک کے خوف جاتا رہا۔ اس کے بعد

آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔" حضرت خدیجہؓ نے کہا: نہیں، بخدا آپؐ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ دردمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دور جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسب توفیق الٰہی انجیل لکھتے تھے۔ اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ بھائی جان، آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہؐ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمایا۔ اس پر ورقہ نے آپؐ سے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت توانا ہوتا، کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکال دے گی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پایا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور کچھ عرصہ وحی رک گئی۔ وحی کی اس بندش کے عرصہ میں رسول اللہؐ غمگین رہے۔ آپؐ پر حیرت و استعجاب طاری رہا۔ علماء کی رائے کے مطابق یہ (وحی کی بندش) اس لیے تھی کہ آپؐ پر جو خوف طاری ہو گیا تھا وہ رخصت ہو جائے اور دوبارہ وحی کی آمد و انتظار پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب حیرت کے سائے سکڑ گئے، حقیقت کے نقوش پختہ ہو گئے اور نبیؐ کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ آپؐ خدائے بزرگ و برتر کے نبی ہو چکے ہیں اور آپؐ کے پاس جو شخص آیا تھا وہ فرشتوں کے سردار جبریلؑ ہیں تو اس طرح وحی کے لیے آپؐ کا شوق و انتظار اس بات کا ضامن ہو گیا کہ آئندہ وحی کی آمد پر آپؐ ثابت قدم رہیں گے اور اس بوجھ کو اٹھالیں گے تو حضرت جبرائیلؑ دوبارہ تشریف لائے۔

حدیث میں وحی کا واقعہ بیان ہے۔ آپؐ فرمارہے تھے میں چلا جارہا تھا کہ مجھے اچانک آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس سے خوف زدہ ہو کر زمین کی طرف جاجھکا۔ پھر میں نے اپنے اہل خانہ کے پاس آکر کہا: مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو۔ انہوں نے مجھے چادر اوڑھادی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ پھر (نزول) وحی میں گرمی آگئی اور وقتاً فوقتاً نازل ہونے لگی۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ﴿٥﴾ (المدثر)

"اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے۔ اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر۔ ناپاکی کو چھوڑ دے۔"

تبلیغ کا حکم

سورۃ المدثر کی ابتدائی آیت یاایھا المدثر سے ولربک فاصبر تک میں نبی کریمؐ کو کئی حکم دیئے گئے ہیں جو بظاہر تو بہت مختصر اور سادہ ہیں لیکن حقیقتاً بڑے دُور رس مقاصد پر مشتمل ہیں۔ ان آیات کا مضمون اللہ بزرگ و برتر کی آواز میں ایک آسمانی ندا پر مشتمل ہے جس میں نبی کریمؐ کو اس عظیم و جلیل کام کے لیے اٹھنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ بالکل فطری بات تھی کہ رسول اللہؐ سب سے پہلے ان لوگوں پر اسلام پیش کرتے جن سے آپؐ کا سب سے گہرا رابطہ و تعلق تھا، یعنی اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں پر۔ چنانچہ آپؐ نے سب سے پہلے انہی کو دعوت دی۔ آپؐ نے ابتداء میں اپنے جان پہچان کے ان لوگوں کو حق کی طرف بلایا جن کے چہروں پر آپؐ نے بھلائی کے آثار دیکھے تھے اور یہ جان چکے تھے کہ وہ حق اور خیر کو پسند کرتے ہیں۔ آپؐ کے صدق و صلاح سے واقف ہیں۔ پھر آپؐ نے جنہیں اسلام کی دعوت دی، ان میں سے ایک جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہؐ کی عظمت، جلالت، نفس اور سچائی پر شبہ نہ گزرا تھا، آپؐ کی دعوت قبول کرلی۔ یہ اسلامی تاریخ میں سابقون الاولون سے مشہور ہیں۔ ان میں سر فہرست آپؐ کی بیوی اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ، آپ کے چچیرے بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب جو ابھی آپؐ کے زیر کفالت بچے تھے، اور آپؐ کے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ یہ سب کے سب پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام کی تبلیغ میں سر گرم ہوئے۔ وہ بڑے ہر دلعزیز، نرم خو، بااخلاق انسان تھے۔ تجارت اور حسن سلوک کی وجہ سے لوگوں کی آمدورفت لگی رہتی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پاس آنے جانے، اٹھنے بیٹھنے والوں میں جس کو قابل اعتماد پایا اسے اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔ ان کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبیدؓ مسلمان ہوئے۔

کھلی تبلیغ

اس بارے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ (الشعراء)

"آپؐ اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیے۔"

اس سورۃ میں سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح موسیٰؑ کی نبوت کا آغاز ہوا، پھر انہوں نے بنی اسرائیل سمیت ہجرت کر کے فرعون اور قوم فرعون سے نجات پائی۔ فرعون اور آلِ فرعون کو غرق کیا گیا۔ یعنی یہ تذکرہ ان تمام مراحل پر مشتمل ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قوم فرعون کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے گزرے تھے۔

قرابت داروں میں تبلیغ

اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریمؐ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی۔ کل 45 آدمی تھے۔ ابولہب نے بات لپک لی اور بولا: دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں۔ بات کرو لیکن نادانی چھوڑو۔ یہ سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ تمہیں پکڑلوں۔ بس تمہارے لیے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہو گا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی امداد کریں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شر (تباہی) کا باعث ہو گا۔ اس پر نبی کریمؐ نے خاموشی اختیار کر لی اور مجلس میں گفتگو نہ کی۔

اس کے بعد آپؐ نے انہیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا: ''ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں۔ اس پر ایمان رکھتا ہوں، اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔'' پھر آپؐ نے فرمایا: ''رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہوگے جیسے سو جاتے ہو اور اس طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم''۔ اس پر ابو طالب نے کہا: ''(نہ پوچھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے! تمہاری نصیحت دلکش اور قابل قبول ہے! ہم تمہاری بات سچی جانتے مانتے ہیں۔ یہ تمہارا والد کا خانوادہ جمع ہے اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں، فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تعمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں۔ لہٰذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ بخدا میں تمہاری مسلسل حفاظت و اطاعت کرتا رہوں گا البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔''

ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ برائی ہے۔ اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو۔ اس پر ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم! جب تک جان میں جان ہے، ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

کوہِ صفا

جب نبی کریمؐ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپؐ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر یہ آواز لگائی: یاصباحاہ (ہائے صبح)۔ یہ پکار سن کر قریش کے قبائل آپؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپؐ نے انہیں خدا کی توحید، اپنی رسالت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ جب وانذر عشیر تک الاقربین نازل ہوئی تو نبی

کریمؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بطون قریش کو آواز لگانی شروع کی۔ اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھا ہو گئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی خود نہ جا سکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے! غرض قریش آ گئے۔ ابو لہب بھی آ گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ”تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپا مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبر دار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابو لہب نے کہا تو سارے دن غارت ہو، تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا! اس پر سورۃ لھب {تبت یدا ابی لھب} نازل ہوئی۔“

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہؐ نے پکار لگائی۔ یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی۔ آپؐ نے کہا: ”اے جماعت قریش! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا البتہ تم لوگوں سے نسب و قرابت کے تعلقات ہیں جنہیں میں باقی اور ترو تازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔“

اس پکار کا مقصد کھلی تبلیغ بھی تھا اور یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ رشتہ داری کی بنیاد پر ان کی نجات نہیں۔ ہر ایک کو اس کا عمل ہی نجات دلا سکتا ہے۔

حق کا اعلان اور مشرکین کا ردعمل

اس آواز کی گونج ابھی مکے کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا:

فَٱصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ (الحجر)

”آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر دیجیے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجیے۔“

اس کے بعد آپؐ نے شرک کے خرافات و باطل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واضح کرنا شروع کر دیا۔ آپ مثالیں دے دے کر سمجھاتے کہ یہ بت کس قدر عاجز و ناکارہ ہیں اور دلائل سے واضح فرماتے کہ جو شخص انہیں پوجتا ہے اور ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ مکہ ایک ایسی آواز سن کر جس میں مشرکین اور بت پرستوں کو گمراہ کہا گیا تھا، احساس غضب سے پھٹ پڑا اور شدید غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ گویا بجلی کا کڑکا تھا جس نے پُرسکون فضا کو ہلا کر دکھ دیا تھا۔ قریش اس اچانک پھٹ پڑنے والے انقلاب کی جڑ کاٹنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جس سے نسلوں سے چلی آئی رسم و رواج کا صفایا ہوا چاہتا تھا۔ قریش اٹھ پڑے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ غیر اللہ کی الوہیت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس رسالت کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ مکہ والوں کو دینی رنگ میں جو بڑائی اور سرداری

حاصل تھی اس کا صفایا ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں انہیں اپنی مرضی پر عمل پیرا ہونے کا اختیار نہ رہے گا۔ قریش یہ سب کچھ سمجھ رہے تھے لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جو صادق اور امین تھا، انسانی کردار اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا اور ایک طویل عرصہ سے انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سنی۔ آخر اس کے مقابلے میں کریں تو کیا کریں۔ قریش حیران تھے۔ کافی غور و خوض کے بعد ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ آپؐ کے چچا ابو طالب کے پاس جائیں اور مطالبہ کریں کہ وہ آپ کو اس کام سے روک دیں۔ پھر انہوں نے اس مطالبہ کے لیے یہ دلیل تیار کی کہ ان کے معبودوں کو چھوڑنے کی دعوت دینا اور یہ کہنا کہ یہ معبود نفع و نقصان پہنچانے یا کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے درحقیقت ان معبودوں کی سخت توہین اور بہت بری گالی ہے۔ یہ ہمارے ان آباء و اجداد کو احمق قرار دینے کے بھی مترادف ہے جو اسی دین پر گزر چکے ہیں۔ قریش کو یہی راستہ سمجھ میں آیا اور انہوں نے بڑی تیزی سے اس پر چلنا شروع کر دیا۔

قریش ابو طالب کی خدمت میں

اشرافِ قریش سے چند آدمی ابو طالب کے پاس گئے اور بولے: "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے۔ ہماری عقلوں کو حماقت زدہ کہا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا یا تو آپ انہیں اس سے روک دیں یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں کیونکہ آپ بھی ہماری طرح ان سے مختلف دین پر ہیں۔ ہم ان کے مقابلے میں آپ کے لیے بھی کافی رہیں گے۔ اس کے جواب میں ابو طالب نے نرم بات کہی اور رازدارانہ لب و لہجہ اختیار کیا۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور رسولؐ اللہ اپنے سابقہ طریقہ پر رواں دواں ہوتے ہوئے اللہ کا دین پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے میں مصروف رہے۔

حجاج کو روکنے کے لیے مجلس شوریٰ

ان ہی دنوں قریش کے سامنے ایک اور مشکل آن کھڑی ہوئی، یعنی ابھی کھلم کھلا تبلیغ پر چند ہی مہینے گزرے تھے کہ موسم حج قریب آ گیا۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب عرب کے وفود کی آمد شروع ہو گئی اس لیے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ نبی کریمؐ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں کہ جس کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں پر آپ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چنانچہ وہ اس بات پر غور و فکر کے لیے ایسے شخص کے پاس اکٹھے ہوئے جس کو اللہ نے اولاد اور دولت سے نوازا تھا مگر وہ کفر و طغیاں میں بہت بڑھا ہوا تھا اور اللہ کی آیتوں کا مخالف تھا۔ یہ ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ کفر میں بہت بڑھا ہوا تھا اس لیے اس کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ (واللہ اعلم) اس نے کہا کہ اس بارے میں تم سب لوگ ایک رائے اختیار کر لو۔ تم میں باہم کوئی اختلاف نہ ہونا چاہیے کہ خود تمہارا ہی ایک آدمی دوسرے آدمی کی تکذیب کر دے اور ایک کی بات دوسرا کاٹ دے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ہی

کہیے۔ اس نے کہا: نہیں، تم لوگ کہو میں سنوں گا۔ پھر لوگوں نے مختلف تجاویز پیش کیں جن کو اس نے رد کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ ہی کوئی بہتر رائے پیش کیجیے۔ اس پر اس نے کہا: ذرا سوچ لینے دو۔ اس کے بعد وہ سوچتا رہا یہاں تک کہ اس نے مذکورہ بالا رائے ظاہر کی۔ اس پر سورۃ المدثر کی آیات (11 تا 26) نازل ہوئیں جن میں سے چند آیات کے اندر اس کی سوچنے کی کیفیت کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے:

إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدۡبَرَ وَٱسۡتَكۡبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٌ يُؤۡثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا قَوۡلُ ٱلۡبَشَرِ ﴿٢٥﴾ (المدثر)

"اس نے سوچا اور اندازہ لگایا، وہ غارت ہوا۔ اس نے کیسا اندازہ لگایا، پھر غارت ہوا۔ اس نے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر نظر دوڑائی، پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بسورا۔ پھر بیٹھا اور تکبر کیا۔ آخر کار کہا یہ نرالا جادو ہے جو پہلے سے نقل ہے سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔"

بہر حال یہ طے پا چکا تو عملی کارروائی شروع ہوئی۔ کچھ کفار مکہ عازمین حج کے مختلف راستوں میں بیٹھ گئے اور وہاں سے ہر گزرنے والے کو آپؐ کے "خطرے" سے آگاہ کرتے ہوئے آپؐ کے متعلق تفصیل بتانے لگے۔ اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش ابو لہب تھا۔ جب قریش نے دیکھا کہ محمدؐ کو تبلیغ دین سے روکنے کی کوئی حکمت عملی کارگر ثابت نہیں ہو رہی تو آپؐ کی دعوت کا قلع قمع کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جن میں ہنسی، ٹھٹھا، تحقیر، استہزا اور تکذیب شامل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کو بد دل کر کے ان کے حوصلے توڑے جائیں۔ چنانچہ کبھی آپؐ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ، جادوگر، جھوٹا ہونے کا الزام لگاتے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقَالُواْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِي نُزِّلَ عَلَيۡهِ ٱلذِّكۡرُ إِنَّكَ لَمَجۡنُونٞ ﴿٦﴾ (الحجر)

"انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارہ گیا ہے یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے۔"

وَعَجِبُوٓاْ أَن جَآءَهُم مُّنذِرٞ مِّنۡهُمۡۖ وَقَالَ ٱلۡكَٰفِرُونَ هَٰذَا سَٰحِرٞ كَذَّابٌ ﴿٤﴾ (ص)

"اور کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آ گیا ہے اور کہنے لگے یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے"۔

عام طور پر مشرکین کی کیفیت ایسی تھی جس کا نقشہ ذیل کی آیات میں کھینچا گیا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجۡرَمُواْ كَانُواْ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يَضۡحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّواْ بِهِمۡ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا ٱنقَلَبُوٓاْ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِمُ ٱنقَلَبُواْ فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوۡهُمۡ قَالُوٓاْ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ أُرۡسِلُواْ عَلَيۡهِمۡ حَٰفِظِينَ ﴿٣٣﴾ (المطففین)

"گنہگار لوگ ایمان والوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ان کے پاس گزرتے ہوئے آپس میں آنکھ کے اشارے کرتے تھے۔ اور جب اپنے والوں کے طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یہ لوگ گمراہ ہیں۔ یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔"

آپؐ کی تعلیمات کو مسخ کرنا، شکوک و شبہات پیدا کرنا، جھوٹا پراپگنڈہ کرنا، تعلیمات سے شخصیات تک کو نشانہ بنانا اور یہ سب اس کثرت سے کرنا کہ عوام کو آپ کی دعوت و تبلیغ پر غور کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ قرآن کو افسانوں کی کتاب کہتے تھے:

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ ٱفْتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيْهِ قَوْمٌ ءَاخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَآءُو ظُلْمًا وَزُورًا ۝٤ وَقَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ٱكْتَتَبَهَا فَهِىَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٥ (الفرقان)

"اور کافروں نے کہا یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے، اور یہ بھی کہا کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھا رکھے ہیں۔ بس وہی صبح و شام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔"

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ ٱلَّذِى يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِىٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِينٌ ۝١٠٣ (النحل)

"ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے، اس کی زبان جس کی طرف یہ اشارہ کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔"

رسول اللہؐ پر ان کا یہ اعتراض تھا:

وَقَالُواْ مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى ٱلْأَسْوَاقِ (الفرقان)

"اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟"

مشرکین نے پہلوں کے واقعات اور افسانوں سے قرآن کا مقابلہ کرنا اور لوگوں کو اسی میں الجھائے رکھنا چاہا۔ ایک بار نضر بن حارث نے قریش سے کہا کہ، قریش کے لوگو! خدا کی قسم تم پر ایسی افتاد آن پڑی ہے کہ تم لوگ اب تک اس کا کوئی توڑ نہیں لا سکے۔ محمدؐ تم میں جوان تھے تو ہمارے سب سے پسندیدہ آدمی تھے۔ سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ بڑھ کر امانت دار تھے۔ اب جب ان کی کنپٹیوں پر سفیدی دکھائی پڑنے کو ہے اور وہ تمہارے پاس کچھ باتیں لے کر آئے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہیں۔ بخدا وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر بھی دیکھے ہیں اور ان کی جھاڑ پھونک اور گرہ بندی بھی دیکھی ہیں۔ اور تم لوگ کہتے ہو وہ کاہن ہیں۔ نہیں، بخدا وہ کاہن بھی نہیں۔ ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں، ان کی الٹی سیدھی حرکتیں بھی دیکھی ہیں اور ان کی فقرہ بندیاں بھی سنی ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ شاعر ہیں۔ نہیں، بخدا شاعر بھی نہیں۔ ہم نے شاعر بھی دیکھا ہے اور اس کے سارے اصناف، ہجز، رجز وغیرہ سنے ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ دیوانہ ہے۔ نہیں، بخدا وہ دیوانہ بھی نہیں۔ ہم نے

دیوانوں کا پاگل پن دیکھا ہے۔ یہاں نہ اس طرح کی گھٹن ہے نہ ویسی بہکی بہکی باتیں اور نہ ان کی جیسی فریب کارانہ گفتگو۔ قریش کے لوگو! سوچو خدا کی قسم تم پر زبردست آفت آن پڑی ہے۔ اس کے بعد نضر بن حارث حیرہ گیا۔ وہاں سے بادشاہوں کے واقعات اور رستم واسفندیار کے قصے سیکھے۔ پھر واپس آیا تو جب رسول اللہؐ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرتے اور اس کی گرفت سے لوگوں کو ڈراتے تو آپؐ کے بعد وہ شخص وہاں پہنچ جاتا۔ فارس کے بادشاہوں اور رستم واسفندیار کے قصے سناتا اور لوگوں کو گمراہ کرتا۔ ابن عباسؓ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نضر نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھیں اور جب وہ کسی آدمی کے متعلق سنتا کہ وہ نبیؐ کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک لونڈی مسلط کر دیتا جو اسے کھلاتی پلاتی اور گانے سناتی، یہاں تک کے اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہ جاتا۔ اس سلسلے میں ارشاد الٰہی نازل ہوا:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِى لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ (لقمان)

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکائیں"

مشرکین کی یہ کوشش تھی کہ سودے بازی کے ذریعہ اسلام اور جاہلیت دونوں بیچ راستے میں ایک دوسرے سے جاملیں یعنی "کچھ لو اور کچھ دو" کے اصول پر اپنی بعض باتیں مشرکین چھوڑ دیں اور بعض باتیں نبی کریمؐ چھوڑ دیں۔ مشرکین نے رسول اللہؐ کو یہ تجویز پیش کی کہ ایک سال آپؐ ان کے معبودوں کی پوجا کیا کریں گے اور ایک سال وہ آپؐ کے رب کی عبادت کیا کریں گے۔ مشرکین یہ چاہتے تھے کہ آپؐ ان کے معبودوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں تو وہ بھی آپؐ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں۔ قرآن میں اسی متعلق ارشاد ہے:

وَدُّواْ لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُونَ۝٩ (القلم)

"وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلے ہوں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔"

رسول اللہؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل آپ کے سامنے آئے اور یہ سب اپنی قوم کے بڑے لوگ تھے۔ بولے: "محمدؐ! آؤ جسے تم پوجتے ہو اسے ہم بھی پوجیں اور جسے ہم پوجتے ہیں اسے تم بھی پوجو۔ اس طرح ہم اور تم اس کام میں مشترک ہو جائیں گے۔ اب اگر تمہارا معبود ہمارے معبود سے بہتر ہے تو ہم اس سے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہوں گے اور اگر ہمارا معبود تمہارے معبود سے بہتر ہوا تو تم اس سے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہو گے۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ الکافرون نازل فرمائی، جس میں اعلان کیا گیا کہ جسے تم لوگ پوجتے ہو اسے میں نہیں پوج سکتا۔ اس فیصلہ کن جواب کے ذریعے ان کی مضحکہ خیز تجویز کی جڑ کاٹ دی گئی۔

ظلم وفجور

جب اسلامی دعوت کو روکنے کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو ایک بار پھر جمع ہوئے اور 25 سرداران قریش کی ایک

کمیٹی تشکیل دی جس کا سربراہ رسول اللہ ؐ کا چچا ابو لہب تھا۔ اس کمیٹی نے باہمی مشورہ اور غور و خوض کے بعد رسول اللہ ؐ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ایک فیصلہ کن قرار داد منظور کی۔ یعنی یہ طے کیا کہ اسلام کی مخالفت، پیغمبر اسلام کی ایذا رسانی اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جور و ستم اور ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہ رکھی جائے۔ مسلمانوں خصوصاً کمزور مسلمانوں کے اعتبار سے تو یہ کام بہت آسان تھا لیکن رسول اللہ ؐ کے لحاظ سے بڑی مشکلات تھیں۔ آپؐ ذاتی طور پر باوقار اور منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ دوست دشمن سبھی آپ ؐ کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؐ جیسی شخصیت کا سامنا اکرام و احترام ہی سے کیا جا سکتا تھا۔ آپؐ کے خلاف کسی بیچ اور ذلیل حرکت کی جرأت کوئی ذلیل اور احمق ہی کر سکتا تھا۔ اس ذاتی عظمت کے علاوہ آپؐ کو ابو طالب کی حمایت و حفاظت بھی حاصل تھی۔ ابو طالب مکے کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو اپنی ذاتی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے باعظمت تھے۔ کوئی شخص ان کا عہد توڑنے اور ان کے خانوادے پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔
اس صورت حال نے قریش کو سخت پریشانی اور کشمکش سے دوچار کر رکھا تھا۔ ابو لہب کی سربراہی میں مشرکین نے نبی کریمؐ اور مسلمانوں پر ظلم کا آغاز کر دیا۔ نبیؐ کے متعلق ابو لہب کا موٴقف روزِ اول ہی مخالفت میں تھا جبکہ قریش نے ابھی اس طرح کی کوئی بات سوچی بھی نہ تھی۔ جب پہلی بار رسول اللہ ؐ نے دعوت کی غرض سے کوہ صفا پر خطاب کیا تو اس نے نبیؐ کو مارنے کے لیے ایک پتھر بھی اٹھایا تھا۔ ایامِ حج میں ابو لہب نبیؐ کی تکذیب کے لیے بازاروں اور اجتماعات میں آپؐ کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ یہ شخص صرف تکذیب پر ہی بس نہیں کرتا تھا بلکہ پتھر بھی مارتا رہتا تھا جن سے آپؐ کی ایڑیاں خون آلودہ ہو جایا کرتی تھیں۔ ابو لہب کی بیوی اُم جمیل جو ابو سفیان کی بہن تھی، وہ بھی نبی کریمؐ کی عداوت میں اپنے شوہر سے پیچھے نہ تھی۔ چنانچہ وہ نبی کریمؐ کے راستے میں اور دروازے پر رات کو کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔ خاصی بدزبان اور فسادی تھی۔ نبیؐ کے خلاف بدزبانی کرنا، لمبی چوڑی وسوسہ اندازی و افترا پردازی سے کام لینا، فتنے کی آگ بھڑکانا اور خوف ناک جنگ برپا رکھنا اس کا شیوہ تھا۔ اسی لیے قرآن نے اس کو حمالۃ الحطب (لکڑی ڈھونے والی) کا لقب دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کی مذمت میں قرآن میں سورۃ نازل ہوئی ہے تو وہ رسول اللہ ؐ کو تلاش کرتی ہوئی آئی۔ آپؐ خانہ کعبہ کے پاس مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہمراہ تھے۔ یہ مٹھی بھر پتھر لیے ہوئی تھی۔ سامنے کھڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ پکڑ لی اور رسول اللہ ؐ کو نہ دیکھ سکی، صرف ابو بکر صدیقؓ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے پہنچتے ہی سوال کیا: ابو بکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ اس کے بعد واپس چلی گئی: ابو بکرؓ نے کہا: یا رسول اللہ ؐ! کیا اس نے آپ ؐ کو نہیں دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں اس نے مجھے نہیں دیکھا، اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی تھی۔

ابو جہل جب کسی معزز اور طاقتور آدمی کے مسلمان ہونے کی خبر سنتا تو اسے برا بھلا کہتا، ذلیل و رسوا کرتا اور مال و جاہ کو سخت خسارہ سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا۔ اگر کوئی کمزور آدمی مسلمان ہوتا تو اسے مارتا اور دوسروں کو بھی اس کے خلاف بھڑکاتا۔

ابو طالب کو قریش کی دھمکی

سرداران قریش ابو طالب کی پاس حاضر ہوئے اور بولے: ابو طالب! آپ ہمارے اندر سن و شرف اور اعزاز کے مالک ہیں۔ ہم نے آپ سے گزارش کی کہ اپنے بھتیجے کو روکیے لیکن آپ نے نہیں روکا۔ ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بُرا بھلا کہا جائے، ہماری عقل و فہم کو حماقت زدہ قرار دیا جائے، ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی جائے۔ آپ ان کو روک دیجیے ورنہ ہم آپ سے اور ان سے ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ ایک فریق کا صفایا ہو کے رہے گا۔

ابو طالب پر اِس زور دار دھمکی کا جب زیادہ اثر ہوا تو انہوں نے آپؐ کو بلا کر کہا: بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی ایسی باتیں کہہ گئے ہیں۔ اب مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے سمجھا کہ اب آپؐ کے چچا بھی ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ بھی آپؐ کی مدد سے کمزور پڑ گئے ہیں۔ اس لیے حضرت محمدؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں کہ میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اسی راہ میں فنا ہو جاؤں تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپؐ اُٹھ گئے۔ جب واپس ہونے لگے تو ابو طالب نے پُکارا اور سامنے تشریف لائے تو کہا: بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو۔ خدا کی قسم میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا۔

گفتگو کی ناکامی کے بعد قریش کا جذبہ جور و ستم اور بھی بڑھ گیا۔ ایذاء رسانی کا سلسلہ پہلے سے سخت تر ہو گیا۔ ان ہی دنوں قریش کے سرکشوں کے دماغ میں نبی کریمؐ کے خاتمے کی ایک تجویز ابھری لیکن یہی تجویز اور سختیاں مکہ کے دو جانبازوں یعنی حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے اسلام لانے اور اس کے ذریعہ اسلام کو تقویت پہنچانے کا سبب بن گئیں۔

مکمل بائیکاٹ اور غم کا سال

صرف چار ہفتے یا اس سے بھی کم مدت میں مشرکین کو چار بڑے دھچکے لگ چکے تھے۔ یعنی حضرت حمزہ نے اسلام قبول کیا، پھر حضرت عمر مسلمان ہوئے، پھر محمدؐ نے ان کی پیش کش یا سودے بازی مسترد کی، پھر قبیلہ بنی ہاشم و بنی مطلب کے سارے ہی مسلم و کافر افراد نے ایک ہو کر نبیؐ کی حفاظت کا عہد و پیمان کیا۔ اس سے مشرکین چکرا گئے، اور انہیں چکرانا ہی چاہیے تھا کیونکہ ان کی سمجھ میں آ گیا کہ اگر انہوں نے نبیؐ کے قتل کا اقدام کیا تو آپؐ کی حفاظت میں مکہ کی وادی مشرکین کے خون سے لالہ زار ہو جائے گی بلکہ ممکن ہے ان کا مکمل صفایا ہی ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے قتل کا منصوبہ چھوڑ کر ظلم کی ایک اور راہ تجویز کی جو ان کی اب تک کی تمام ظالمانہ کارروائیوں سے زیادہ سنگین تھی۔

اس تجویز کے مطابق مشرکین وادی محصب میں خیف بنی کنانہ کے اندر جمع ہوئے اور آپس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف یہ عہد وپیمان کیا کہ نہ ان سے شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت کریں گے، نہ ان سے بات چیت کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہؐ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ مشرکین نے اس بائیکاٹ کی دستاویز کے طور پر ایک صحیفہ لکھا جس میں اس بات کا عہد وپیمان کیا گیا تھا کہ وہ بنی ہاشم کی طرف سے کبھی بھی کسی صلح کی پیش کش قبول نہ کریں گے نہ ان کے ساتھ کسی طرح کی مروت برتیں گے جب تک کہ وہ رسول اللہؐ کو قتل کرنے کے لیے مشرکین کے حوالے نہ کر دیں۔

اس بائیکاٹ کے نتیجے میں حالات نہایت سنگین ہو گئے۔ غلے اور سامانِ خورد ونوش کی آمد بند ہو گئی کیونکہ مکے میں جو غلہ یا فروخت کا سامان آتا تھا اسے مشرکین لپک کر خرید لیتے تھے۔ اس لیے محصورین کی حالت نہایت پتلی ہو گئی۔ انہیں پتے اور چمڑے کھانے پڑے۔ فاقہ کشی کا حال یہ تھا کہ بھوک سے بلکتے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر سنائی پڑتی تھیں۔ ان کے پاس بمشکل ہی کوئی چیز پہنچ پاتی تھی، وہ بھی پس پردہ۔ وہ لوگ حرمت والے مہینوں کے علاوہ باقی ایام میں ا شیائے ضرورت کی خرید کے لیے گھاٹی سے باہر نکلتے بھی نہ تھے۔ وہ اگرچہ قافلوں سے سامان خرید سکتے تھے جو باہر سے مکہ آتے تھے لیکن ان کے سامان کے دام بھی مکے والے اس قدر بڑھا کر خریدنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے کہ محصورین کے لیے کچھ خریدنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ان حالات پر پورے تین سال گزر گئے۔ اس کے بعد محرم سن 10 نبوت میں صحیفہ چاک کیے جانے اور اس ظالمانہ عہد وپیمان کو ختم کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع ہی سے قریش کے کچھ لوگ اگر اس عہد و پیمان سے راضی تھے تو کچھ ناراض بھی تھے اور ان ہی ناراض لوگوں نے اس صحیفے کو چاک کرنے کی تگ ودَو کی۔

اس دوران ابو طالب بھی حرم پاک کے ایک گوشے میں موجود تھے۔ ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو اس صحیفے کے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کیڑے بھیج دیئے ہیں جنہوں نے ظلم وستم اور قرابت شکنی کی ساری باتیں چٹ کر دی ہیں اور صرف اللہ عزوجل کا ذکر باقی چھوڑا ہے۔ پھر نبیؐ نے اپنے چچا کو یہ بات بتائی تو وہ قریش سے یہ کہنے آئے تھے کہ ان کے بھتیجے نے انہیں یہ خبر دی ہے۔ اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو ہم تمہارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں گے، تمہارا جو جی چاہے کرنا۔ اگر وہ سچا ثابت ہوا تو تمہیں ہمارے بائیکاٹ اور ظلم سے باز آنا ہو گا۔ جب قریش کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: آپ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں۔

جب مطعم بن عدی صحیفہ چاک کرنے کے لیے اٹھا، کیا دیکھتا ہے کہ واقعی کیڑوں نے اس کا صفایا کر دیا ہے۔ صرف باسمک اللھم باقی رہ گیا ہے اور جہاں جہاں اللہ کا نام تھا، وہ بچا ہے یا کیڑوں نے اسے نہیں کھایا تھا۔ اس کے بعد صحیفہ چاک ہو گیا اور مشرکین نے آپؐ کی نبوت کی ایک عظیم الشان نشانی دیکھی لیکن ان کا رویہ وہی رہا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ۝ (القمر)

"اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو رخ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا پھرتا جادو۔"

ابو طالب ہمیشہ اپنے بھتیجے کی حمایت و حفاظت میں لگے ہوئے تھے لیکن اب ان کی عمر اَسّی سال سے متجاوز ہو چلی تھی۔ کئی سال سے پے در پے سنگین آلام و حوادث نے اور خصوصاً محصوری نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ گھاٹی سے نکلنے کے بعد چند ہی مہینے گزرے تھے کہ انہیں سخت بیماری نے آن پکڑا۔ ابو طالب کا مرض بڑھتا گیا اور بالآخر وہ انتقال کر گئے۔ ان کی وفات شعب ابی طالب کی محصوری کے خاتمے کے چھ ماہ بعد رجب سن 10 نبوی میں ہوئی۔ حضرت ابو طالب نے نبیؐ کی نہایت حمایت و حفاظت کی تھی۔ وہ در حقیقت مکے کے بڑوں اور احمقوں کے حملے سے اسلامی دعوت کے بچاؤ کے لیے ایک قلعہ تھے۔

جناب ابو طالب کی وفات کے دو ماہ بعد یا صرف تین دن بعد، علی اختلاف الاقوال، حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰؓ بھی رحلت فرما گئیں۔ ان کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔ اس وقت وہ 65 برس کی تھیں اور رسول اللہؐ اپنی عمر کی پچاسویں منزل میں تھے۔ یہ دونوں الم انگیز حادثے صرف چند دنوں کے دوران پیش آئے، جس سے نبیؐ کے دل میں غم والم کے احساسات موجزن ہو گئے۔ اس کے بعد قوم کی طرف سے بھی مصائب کا طومار بندھ گیا کیونکہ ابو طالب کی وفات کے بعد ان کی جسارت بڑھ گئی اور وہ کھل کر آپؐ کو اذیت اور تکلیف پہنچانے لگے۔ اس کیفیت نے آپؐ کے غم والم میں اور اضافہ کر دیا۔ آپؐ نے ان سے مایوس ہو کر طائف کی راہ لی کہ ممکن ہے وہاں لوگ آپؐ کی دعوت قبول کر لیں، آپؐ کو پناہ دے دیں اور آپؐ کی قوم کے خلاف آپؐ کی مدد کریں، لیکن وہاں نہ کوئی پناہ دہندہ ملا نہ مددگار بلکہ اُلٹے انہوں نے سخت اذّیت پہنچائی اور ایسی بدسلوکی کی کہ خود آپؐ کی قوم نے ویسی بدسلوکی نہ کی تھی۔

قتل کا منصوبہ اور نبیؐ کی ہجرت

تمام ظلم اور بربریت کے باوجود مسلمان اپنی تعلیمات پر ثابت قدم رہے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا تو آخر کار قریش کے سرداروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے، لیکن یہ منصوبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت اور کرشمہ کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچ نہ سکا۔ جب نبی کریمؐ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو حضرت جبرائیلؑ اپنے رب تعالیٰ کی وحی لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے اور یہ کہتے ہوئے ہجرت کے وقت کا تعین بھی فرمادیا کہ آپؐ یہ رات اپنے اس بستر پر نہ گزاریں جس پر اب تک گزارا کرتے تھے۔ اس اطلاع کے بعد نبی کریمؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے تاکہ ان کے ساتھ ہجرت کے سارے پروگرام اور مرحلے طے فرمالیں۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ اپنے گھر تشریف لائے اور رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب رات ذرا تاریک ہو گئی تو دشمن گھات لگا کر نبیؐ کے دروازے پر بیٹھ گئے کہ آپؐ سو جائیں تو یہ لوگ آپؐ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس سازش کے نفاذ کے لیے آدھی رات کے بعد کا وقت مقرر تھا اس لیے یہ لوگ جاگ کر رات گزار رہے تھے اور وقت مقرر کے منتظر تھے۔ لیکن اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔ جسے چاہتا

ہے اس کا کوئی بال بانکا نہیں کر سکتا اور جسے پکڑنا چاہتا ہے اس کو کوئی اللہ کی پکڑ سے بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیت کریمہ میں رسول اللہؐ کو خطاب کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴿٣٠﴾ (الانفال)

"وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں، اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر والا ہے۔"

قریش انتہائی تیاری کے باوجود اپنے پلان کے نفاذ کی ناکامی سے دوچار ہوئے۔ چنانچہ اس نازک ترین لمحے میں رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سوئے رہو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ حضرت محمدؐ یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ باہر تشریف لے آئے، مشرکین کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی۔ اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکے۔ اس موقع پر کوئی بھی مشرک باقی نہ بچا جس کے سر پر آپؐ نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر ان کے مکان سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں پہنچے۔ وہاں تین روز گزارے۔ ادھر قریش کا یہ حال تھا کہ جب منصوبہ قتل کی رات گزر گئی اور صبح کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ رسول اللہؐ ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو ان پر گویا جنون طاری ہو گیا۔

اس کے بعد قریش نے ایک ہنگامی اجلاس کر کے طے کیا کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں، چنانچہ مکہ سے نکلنے والے تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جا رہا ہو، نہایت کڑا مسلح پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اس طرح یہ اعلان بھی کیا گیا کہ جو کوئی رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا اسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا گراں قدر انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے نتیجے میں سوار، پیادے اور نشانات قدم کے ماہر کھوجی نہایت سرگرمی سے تلاش میں لگ گئے۔ پہاڑوں، وادیوں اور نشیب و فراز میں ہر طرف بکھر گئے لیکن نتیجہ اور حاصل کچھ نہ رہا۔ تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب رہا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نبیؐ کے ساتھ غار میں تھا، سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی نگاہیں نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا: خاموش رہو۔ (ہم) دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ: ابو بکر صدیقؓ ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مشرف فرمایا۔ چنانچہ تلاش کرنے والے اس وقت واپس چلے گئے جبکہ آپؐ اور ان کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ باقی نہ رہ گیا تھا۔ جب جستجو کی آگ بجھ گئی، تلاش کی تگ ودو رک گئی اور تین روز کی مسلسل اور بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کے جوش و جذبات سرد پڑ گئے تو رسول اللہؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مدینہ کے لیے نکلنے کا عزم کیا۔

مدینے میں داخلہ

جب نبی کریمؐ مدینہ تشریف لے گئے، اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول (شہر رسولؐ) پڑ گیا۔ یہ نہایت ہی تابناک ایک تاریخی دن تھا۔ گلی کوچے تقدیس و تحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی و مسرت سے اشعار کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔ انصار اگرچہ بڑے دولت مند نہ تھے لیکن ہر ایک کی آرزو تھی کہ رسول اللہؐ اس کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ انصار کے جس مکان یا محلے سے گزرتے، وہاں کے لوگ آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے مگر آپؐ فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ چنانچہ اونٹنی مسلسل چلتی رہی اور اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبویؐ ہے، لیکن آپؐ نیچے نہیں اترے۔ یہاں سے وہ اٹھ کر تھوڑی دور گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپؐ نیچے تشریف لائے۔ یہ آپؐ کے ننہال والوں یعنی بنو نجار کا محلہ تھا اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی تھی کیونکہ آپؐ ننہال میں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے۔ اب بنو نجار کے لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لیے رسولؐ اللہ سے عرض معروض شروع کی لیکن ابو ایوب انصاریؓ نے لپک کر کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسولؐ اللہ فرمانے لگے: آدمی اپنے کجاوہ کے ساتھ ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: کس آدمی کا گھر زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے کہا: میرا اے اللہ کے رسولؐ! یہ رہا میرا گھر اور یہ رہا میرا دروازہ آپؐ نے فرمایا: جاؤ! ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ تیار کردو۔ انہوں نے عرض کی: آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں، اللہ برکت دے۔

ہجرت کا مطلب صرف یہ نہیں کہ فتنے اور تمسخر کا نشانہ بننے سے نجات حاصل کرلی جائے بلکہ اس میں یہ مفہوم بھی شامل تھا کہ پُرامن علاقے کے اندر ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں تعاون کیا جائے۔ اس لیے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض قرار پایا تھا کہ اس وطن جدید کی تعمیر میں حصہ لے اور اس کی پختگی، حفاظت اور رفعت شان میں اپنی کوشش صرف کرے۔ یہ بات تو قطعی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہؐ ہی اس معاشرے کی تشکیل کے امام، قائد اور رہنما تھے۔

نبی کریمؐ کا پہلا قدم یہ تھا کہ مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی گئی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب ہوئی جہاں آپؐ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ جس طرح رسول اللہؐ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا اہتمام فرما کر اجتماعیت کے ایک مرکز کو وجود بخشا اس طرح آپؐ نے

تاریخ انسانی کا ایک نہایت بڑا کارنامہ انجام دیا جسے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا نام دیا جاتا ہے۔ بھائی چارے کی طرح رسول اللہؐ نے ایک اور عہد کرایا جس کے ذریعہ ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی اور جاہلیت کے رسم ورواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ نبیؐ ان کی تعلیم وتربیت، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبت وبھائی چارگی اور عبادات واطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

ایک صحابیؓ نے آپؐ سے دریافت کیا: کونسا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اسلام میں کون سا عمل بہتر ہے؟) آپؐ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا بیان ہے کہ جب نبیؐ مدینہ تشریف لائے تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپؐ کا چہرہ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آپؐ نے پہلی بات جو ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:- اے لوگو! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

آپؐ فرماتے تھے: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے محفوظ نہ رہے۔

اور فرماتے تھے: سارے مؤمن ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو یا اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

اور فرماتے: مؤمن مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کے بعد بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔

اور فرماتے: آپس میں بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے اوپر چھوڑے رہے۔

اور فرماتے: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظالم کرے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشاں ہو گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دکھ دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص سے روز قیامت کے دکھوں میں سے کوئی دکھ دور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اور فرماتے: تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو، تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا۔

اور فرماتے: وہ شخص مؤمن نہیں جو خود پیٹ بھر کھالے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔

اور فرماتے: مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مارپیٹ کرنا کفر ہے۔

اسی طرح آپؐ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔ نیز آپؐ صدقہ اور خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ایسے ایسے فضائل بیان فرماتے تھے کہ اس کی طرف دل خود بخود کھچے چلے جائیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے کہ صدقہ گناہوں کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

آپؐ فرماتے: جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑے پہنادے، اللہ اسے جنت کے سبز لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلادے، اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلادے اللہ اسے جنت کی مہر لگی ہوئی شراب طہور پلائے گا۔

آپؐ فرماتے: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کرکے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے، دوسری طرف آپؐ مانگنے سے پرہیز کی بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے۔ صبر وقناعت کی فضیلتیں سناتے اور سوال کرنے کو سائل کے چہرے کے لیے نوچ، خراش اور زخم قرار دیتے البتہ اس سے اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیا جو حد درجہ مجبور ہو کر سوال کرے۔

اسی طرح آپؐ یہ بھی بیان فرماتے کہ کن عبادات کے کیا فضائل ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا کیا اجر و ثواب ہے۔ پھر آپؐ پر آسمان سے جو وحی آتی، اس سے مسلمانوں کو بڑی پختگی کے ساتھ جوڑے رکھتے۔ آپؐ وہ وحی مسلمانوں کو پڑھ کر سناتے اور وہ آپؐ کو پڑھ کر سناتے تاکہ اس عمل سے ان کے اندر فہم و تدبر کے علاوہ دعوت کے حقوق اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا شعور بھی پیدا ہو۔

اسی طرح رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کے اخلاق بلند کیے، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل و کمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے۔

پھر ہمارے پیغمبرؐ خود بھی ایسی معنوی اور ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجد و فضائل، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سے متصف تھے کہ دل خود بخود آپؐ کی جانب کھچے جاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کی زبان سے جونہی کوئی کلمہ صادر ہوتا، صحابہ کرامؓ اس کی بجا آوری کے لیے دوڑ پڑتے اور ہدایت ورہنمائی کی جو باتیں آپؐ ارشاد فرمادیتے، اس پر عمل کرنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی بازی میں لگ جاتے۔ اسی طرح کی کوششوں کی بدولت نبی کریمؐ مدینہ کے اندر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے جو تاریخ کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور تھا۔

غزوئہ بدر و احد

مدینہ میں مسلمانوں کا یہ سکون اور اطمینان اہل قریش کو پسند نہ آیا۔ قریش نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم مغرور نہ ہونا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے، ہم یثرب پہنچ کر تمہارا ستیاناس کرتے ہیں۔ یہ محض دھمکی نہ تھی بلکہ رسول اللہؐ کو یقینی طور پر قریش کی چالوں اور برے ارادوں کا علم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت فرمادی، لیکن اسے فرض

قرار نہیں دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد نازل ہوا، یہ تھا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُواْۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ (الحج)

"جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انہیں بھی جنگ کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔" قریش نے مدینے پر حملہ کر دیا جو انہیں میدان بدر تک لے آیا اور یہی معرکہ بدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں مسلمان فاتح رہے اور اہل قریش شکست کھا گئے۔ اس جنگ کا انتقام لینے کی غرض سے دوبارہ حملہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے کچھ دیر کی شکست ہوئی لیکن آخر کار کامیابی مسلمانوں کے نصیب میں آئی۔

صلح حدیبیہ

یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک منزل دور ہے۔ 4ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ دراصل اس سال حضور اکرمؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؐ خانہ کعبہ کا طواف کررہے ہیں۔ اس خواب سے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو آگاہ کیا اور حکم دیا کہ ادائیگی عمرہ کے لیے روانہ ہونے کی تیاری کریں۔ حضور اکرمؐ 14 سو یا 15 سو مسلمان اور ستر اونٹ لے کر خانہ کعبہ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضور اکرمؐ اور صحابہ اکرامؓ کی نیت بالکل صاف تھی یعنی عمرہ ادا کرنے کی، کسی سے لڑنے کی نہیں لیکن اہل قریش کو آپؐ کی نیت پر شبہ تھا۔ اس لیے قریش نے مکہ سے بیس میل دور پڑاؤ ڈال دیا۔ جیسا کہ اس بیس میل کے علاقے پر جنگ وجدال قطعی منع تھا۔ قریش نے آپؐ کے مقاصد کا اندازہ لگانے کے لیے دو سو سواروں کا ایک دستہ حضرت خالدؓ کی سپہ سالاری میں بھیجا لیکن مسلمانوں نے جنگ سے گریز کیا۔ اس پر قریش کے لوگوں نے اندازہ لگایا کہ آپؐ جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ پھر قریش کے ایک بزرگ عروہ بن مسعود کو بھیجا گیا تاکہ وہ حضور اکرمؐ کو مکہ آنے کا ارادہ ملتوی کرنے پر آمادہ کرے لیکن وہ حضورؐ کی عظمت اور استقلال دیکھ کر بڑا متاثر ہوا، خاص طور پر عقیدت وانسیت سے جو قیصر وکسریٰ کے حکمرانوں تک میں نہ تھی۔ اس پر عروہ بن مسعود نے اہل قریش کو سمجھایا کہ آپؐ کو مکہ آنے سے نہ روکا جائے۔

بیعت رضوان

آنحضرتؐ نے اس معاملے کو سلجھانے کے لیے حضرت عثمانؓ کو امن کا سفیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ حضورؐ کے مقاصد کو بیان کریں۔ حضرت عثمانؓ نے مکہ پہنچ کر قریش کے سرداروں کو بہت سمجھایا کہ حضورؐ کا ارادہ صرف عمرہ کرنے کا ہے۔ اہل قریش نے کہا کہ آپ خود اگر چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کرلیں مگر حضرت عثمانؓ نے یہ پیش کش مسترد کر دی اور یہ گوارا نہ کیا کہ رسول اللہؐ کے طواف کرنے سے پہلے خود طواف کرلیں۔ اہل قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا اور یہ افواہ اڑائی کہ حضرت عثمانؓ کو اہل قریش نے گرفتار کرکے قتل کر دیا ہے۔ اس خبر سے ہر شخص غم ورنج میں مبتلا ہو گیا۔ حضرت محمدؐ کو اس کی اطلاع

ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: ہم اس جگہ سے جا نہیں سکتے یہاں تک کہ لوگوں سے معرکہ آرائی کر لیں۔ پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بیعت کی دعوت دی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی ہے:

لَّقَدْ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ ﴿١٨﴾ (الفتح)

"اللہ مؤمنین سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔"

بہر حال قریش نے صورت حال کی نزاکت محسوس کر لی۔ لہٰذا جھٹ سہیل بن عمرو کو معاملات طے کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ صلح میں لازماً یہ بات طے کی جائے کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیں، ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپؐ ہمارے شہر میں جبراً داخل ہو گئے۔ ان ہدایات کو لے کر سہیل بن عمرو آپؐ کے پاس حاضر ہوا۔ نبیؐ نے اسے آتا دیکھ کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا: "تمہارا کام تمہارے لیے سہل کر دیا گیا۔ اس شخص کو بھیجنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔" سہیل نے آپؐ کے پاس پہنچ کر دیر تک گفتگو کی اور بالآخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہو گئیں جو یہ تھیں:

1) رسول اللہؐ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے۔ اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہو گا۔ تلواریں میانوں میں ہوں گی۔ ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔

2) دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے۔ اس عرصہ میں لوگ مامون رہیں گے۔ کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

3) جو چاہے محمدؐ کے عہد و پیمان میں داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا اس فریق کا ایک جز سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہو گی۔

4) قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمدؐ کے پاس جائے گا، محمدؐ اسے واپس کر دیں گے لیکن محمدؐ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا کہ تحریر لکھ دیں۔ مسلمان ان شرائط سے بڑے ناخوش تھے کیونکہ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ تمام شرائط کفار کے حق میں منظور کی گئی ہیں۔ اس میں دو باتیں بظاہر اس قسم کی تھیں کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت غم اور الم لاحق ہوا۔ ایک یہ کہ آپؐ نے بتایا تھا کہ آپ بیت اللہ تشریف لے جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے لیکن آپؐ طواف کیے بغیر واپس ہو رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور حق پر ہیں اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپؐ نے قریش کا دباؤ قبول کیا اور صلح کی یہ باتیں طرح طرح کے شکوک و شبہات اور گمان و وسوسے پیدا کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کے احساسات اس قدر مجروح تھے کہ وہ صلح کی دفعات کی گہرائیوں پر غور کے بجائے حزن و غم سے نڈھال تھے۔ غالباً سب سے زیادہ غم حضرت عمر بن خطابؓ کو تھا۔ چنانچہ انہوں نے خدمت نبویؐ

میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: پھر کیوں ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”خطاب کے صاحب زادے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میرا مددگار ہے اور مجھے ہر گز ضائع نہ کرے گا۔“ انہوں نے کہا: کیا آپؐ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال کریں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو بہر حال تم بیت اللہ تک پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمرؓ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور ان سے وہی باتیں کہیں جو رسول اللہؐ سے کہیں تھیں۔ انہوں نے بھی ٹھیک وہی جواب دیا جو رسولؐ اللہ نے دیا تھا اور اخیر میں اتنا اضافہ کیا کہ آپؐ کی رکاب تھامے رہو یہاں تک کہ موت آجائے کیونکہ خدا کی قسم آپؐ حق پر ہیں۔ اس کے بعد انافتحنا لک فتحاً مبیناً کی آیات نازل ہوئیں جس میں اس صلح کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ اس کا نزول ہوا تو رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو بلایا اور پڑھ کر سنایا۔ وہ کہنے لگے: یا رسولؐ اللہ! یہ فتح ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا اور وہ واپس چلے گئے۔ بعد میں حضرت عمرؓ کو اپنی تقصیر کا احساس ہوا تو سخت نادم ہوئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے اس روز جو غلطی کی تھی، جو بات کہہ دی تھی اس سے ڈر کر میں نے بہت سے اعمال کیے، برابر صدقہ و خیرات کرتا رہا، روزے رکھتا اور نماز پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک مجھے خیر کی امید ہے۔

مسلمانوں پر اس معاہدہ کے بڑے اثرات مرتب ہوئے۔ سب سے اہم تو یہ کہ مسلمان تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ ہو گئے، اور یہ کہ بہت سے لوگ تبلیغ اسلام کی طرف راغب ہو گئے ورنہ قریش کی سازشوں کا ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ اس معاہدہ کے بعد اسلام دور دراز کے علاقوں میں پھیلنے لگا۔ اس کے بعد مکے اور مدینے کے درمیان تمدنی اور تجارتی تعلقات استوار ہو گئے جس سے مسلمان مکہ آنے لگے اور کفار مدینہ۔ مسلمانوں کے طرزِ معاشرت و عبادات نے ان کے ذہنوں پر مثبت اثرات مرتب کیے یہاں تک کہ خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے اشخاص مسلمان ہو گئے۔ سب سے اہم کام یہ ہوا کہ اہل قریش نے مسلمانوں کو ایک طاقت اور قوت کے طور پر تسلیم کر لیا۔

صلح حدیبیہ در حقیقت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی تبدیلی کا آغاز تھا۔ ۶ھ کے آخر میں جب رسول اللہؐ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپؐ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی آپؐ نے جب ان خطوط کے لکھنے کا ارادہ فرمایا تو کہا گیا کہ بادشاہ اسی صورت میں خطوط قبول کریں گے جب ان پر مہر لگی ہو۔ اس لیے نبیؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہؐ نقش تھا۔ یہ نقش تین سطروں میں تھا۔ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں، اور اللہ ایک سطر میں۔ پھر آپؐ نے معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کرامؓ کو بطور قاصد منتخب فرمایا اور انہیں بادشاہوں کے

پاس خطوط دے کر روانہ فرمایا۔ ان خطوط کے ذریعہ نبی کریمؐ نے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچائی۔ اس کے جواب میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر کیا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہو گئی اور ان کے نزدیک آپؐ کا دین اور آپؐ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا۔

فتح مکہ کے اسباب

معاہدہ حدیبیہ کے تحت اہل مکہ اور مسلمانوں پر یہ پابندی عائد تھی کہ دس سال تک کوئی جنگ نہیں ہو گی۔ اس معاہدہ امن کی وجہ سے مسلمان بڑے سکون اور اطمینان سے اسلام کے فروغ کے لیے کام کرتے رہے۔ گو کہ اس معاہدے کی تمام شرائط مسلمانوں کے خلاف تھیں اور بظاہر قریش کے لوگوں کی موافقت اور حمایت مند تھیں لیکن اس کے بڑے دوررس نتائج بر آمد ہوئے۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں اسلام عرب کی ایک بڑی قوت بن گیا۔ قریش نے یہ محسوس کیا کہ یہ تمام شرائط بھی مسلمانوں کے لیے سود مند اور مفید ثابت ہو رہی ہیں اور اسلام کے لیے کامیابی اور کامرانی کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔

معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی

صلح حدیبیہ کے تحت یہ طے پایا تھا کہ کوئی قبیلہ دونوں میں سے کسی کا بھی دوست یا حلیف بن سکتا تھا۔ لہٰذا بنو خزاعہ رسول اللہؐ کے عہد و پیماں میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں۔ اس طرح دونوں قبیلے ایک دوسرے سے مامون اور بے خطر ہو گئے۔ چونکہ ان دونوں قبیلوں میں دور جاہلیت سے عداوت اور کشاکش چلی آرہی تھی اس لیے جب صلح حدیبیہ ہو گئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے مطمئن ہو گئے تو بنو بکر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر چاہا کہ بنو خزاعہ سے پرانا بدلہ چکالیں۔ چنانچہ نوفل بن معاویہ دیلی نے بنو بکر کی ایک جماعت ساتھ لے کر شعبان ۸ھ میں بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ اس وقت بنو خزاعہ وتیر نامی ایک چشمے پر خیمہ زن تھے۔ ان کے متعدد افراد مارے گئے۔ ادھر قریش نے اس حملے میں ہتھیاروں سے بنو بکر کی مدد کی بلکہ ان کے کچھ آدمی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوئے۔ حملہ آوروں نے بنو خزاعہ کو کھدیڑ کر حرم تک پہنچا دیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ قریش اور ان کے حلیفوں نے جو کچھ کیا تھا وہ کھلی ہوئی بدعہدی اور صحیح پیمان شکنی تھی جس کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس لیے خود قریش کو بھی اپنی بدعہدی کا بہت احساس ہو گیا اور انہوں نے اس کے انجام کی سنگینی کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مجلس مشاورت منعقد کی جس میں طے کیا کہ وہ اپنے سپہ سالار ابوسفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر تجدید صلح کے لیے مدینہ روانہ کریں۔

ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اپنی صاحب زادی اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ کے گھر گیا۔ لیکن وہاں سے مایوسی اور ناامیدی کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر ابوسفیان وہاں سے نکل کر رسول اللہؐ کے پاس گیا اور آپؐ سے گفتگو کی۔ آپؐ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہؐ سے گفتگو کریں۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا اور ان سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ بھلا میں تم لوگوں کے لیے رسول اللہؐ سے سفارش کروں گا، خدا کی قسم اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اس کے ذریعہ بھی تم لوگوں سے جہاد کروں گا۔ اس کے بعد وہ حضرت علیؑ کے پاس پہنچا۔ وہاں حضرت فاطمہؑ بھی تھیں اور حضرت حسن بھی تھے جو ابھی چھوٹے بچے تھے اور گھٹنوں گھٹنوں چل رہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا: اے علیؑ! میرے ساتھ تمہارا سب سے گہرا نسلی تعلق ہے۔ میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ ایسا نہ ہو جس طرح میں نامراد آیا اسی طرح نامراد واپس جاؤں۔ تم میرے لیے محمدؐ سے سفارش کر دو۔ حضرت علیؑ نے کہا: ابوسفیان! تجھ پر افسوس، رسول اللہؐ نے ایک بات کا عزم کر لیا ہے۔ ہم اس بارے میں آپؐ سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد وہ حضرت فاطمہؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا آپ ایسا کر سکتی ہیں کہ اپنے اس بیٹے کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ دینے کا اعلان کر کے ہمیشہ کے لیے عرب کا سردار ہو جائے؟ حضرت فاطمہؑ نے کہا: واللہ! میرا یہ بیٹا اس درجہ کو نہیں پہنچا ہے کہ لوگوں کے درمیان پناہ دینے کا اعلان کر سکے اور رسول اللہؐ کے ہوتے ہوئے کوئی پناہ دے بھی نہیں سکتا۔

ان کوششوں اور ناکامیوں کے بعد ابوسفیان کی آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہو گئی۔ اس نے حضرت علیؑ بن ابی طالب سے سخت گھبراہٹ کشمکش اور مایوسی و ناامیدی کی حالت میں کہا: "ابوالحسن! میں دیکھتا ہوں معاملات سنگین ہو گئے ہیں، لہٰذا مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔" حضرت علیؑ نے کہا: خدا کی قسم! میں تمہارے لیے کوئی کار آمد چیز نہیں جانتا، البتہ تم بنو کنانہ کے سردار ہو، لہٰذا کھڑے ہو کر لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دو، اس کے بعد اس سرزمین میں واپس چلے جاؤ۔" ابوسفیان نے کہا کہ: تمہارا خیال ہے کہ یہ میرے لیے کچھ کارآمد ہو گا؟ حضرت علیؑ نے کہا: "نہیں، خدا کی قسم! میں اسے کارآمد تو نہیں سمجھتا لیکن اس کے علاوہ کوئی صورت بھی سمجھ میں نہیں آتی۔" اس کے بعد ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اے لوگو! میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر رہا ہوں۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا۔

رسول اللہؐ نے تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ مکہ چلنا ہے اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی کہ: "اے اللہ! جاسوس اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک اور پکڑ لے تاکہ ہم ان کے علاقے میں ان کے سر پر ایک دم جا پہنچیں۔"

۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو رسول اللہؐ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ کا رخ کیا۔ آپؐ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرامؓ نے سفر کیا اور یہ سفر جاری رکھا یہاں تک کہ رات کے ابتدائی اوقات میں مرّالظہران وادی پہنچ کر نزول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ رسول اللہؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی لکڑہارا یا کوئی بھی آدمی مل جائے تو اس سے قریش کے پاس خبر بھیج دیں تاکہ وہ مکے میں رسول اللہؐ کے داخل ہونے سے پہلے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر امان طلب کر لیں۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے قریش تک ساری خبروں کی رسائی روک دی تھی اس لیے انہیں حالات کا کچھ علم نہ تھا، البتہ وہ خوف اور اندیشہ سے دوچار تھے اور ابوسفیان باہر جاجا کر خبروں کا پتا لگاتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء خبروں کا پتا لگانے کی غرض سے نکلے ہوئے تھے۔ دوسری طرف حضرت عباسؓ، رسول اللہؐ کے خچر پر سوار جارہے تھے کہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی گفتگو سنائی دی۔ اس پر حضرت عباسؓ نے ان کو پہچان لیا۔ حضرت عباسؓ بولے: یہ رسول اللہؐ ہیں لوگوں سمیت (یعنی لشکر سمیت) ہائے قریش کی تباہی۔ واللہ! ابوسفیان بولے، اب کیا حیلہ ہے؟ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اس پر حضرت عباسؓ بولے: واللہ اگر وہ تمہیں پا گئے تو تمہاری گردن ماردیں گے لہٰذا اس خچر پر پیچھے بیٹھ جاؤ میں تمہیں رسول اللہؐ کے پاس لے چلتاہوں اور تمہارے لیے امان طلب کیے دیتاہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان پیچھے بیٹھ گیا تو حضرت عباس ان کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان کا گزر حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس ہوا۔ انہوں نے کہا: کون ہے؟ اور اٹھ کر آئے۔ جب ابوسفیان کو دیکھا تو کہنے لگے: ابوسفیان؟ اللہ کا دشمن؟ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے بغیر عہد وپیمان کے تجھے (ہمارے) قابو میں کر دیا۔ اس کے بعد وہ نکل کر رسولؐ اللہ کی طرف دوڑے اور عباسؓ نے بھی خچر کو ایڑ لگائی۔ عباسؓ آگے بڑھ گئے اور خچر سے کود کر رسولؐ اللہ کے پاس جا پہنچے۔ اتنے میں عمر بن خطابؓ بھی اندر آگئے اور بولے کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ ابوسفیان ہے۔ مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن ماردوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: عباس! اسے (یعنی ابوسفیان کو) اپنے ڈیرے میں لے جاؤ، صبح میرے پاس لانا۔ اس حکم کے مطابق عباسؓ اسے ڈیرے میں لے گئے اور صبح خدمت نبویؐ میں حاضر کیا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ابوسفیان! کیا اب بھی تمہارے لیے وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں؟ ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ کتنے بردبار اور کتنے کریم ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ چکاہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہوتا تو اب تک میرے کچھ کام آیا ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوسفیان تم پر افسوس! کیا تمہارے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ آپ کس قدر حلیم، کس قدر کریم اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہیں! اس بات کے متعلق تو اب بھی دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔ اس پر عباسؓ نے کہا: ارے! گردن مارے جانے کی نوبت آنے سے پہلے پہلے اسلام قبول کرلو اور یہ شہادت واقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی۔ عباسؓ نے آپؐ سے فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! ابوسفیان اعزاز پسند ہے لہٰذا اسے کوئی اعزاز دے دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر گھس جائے اسے امان ہے اور جو اپنا دروازہ اندر سے بند کرلے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔

جب رسولؐ اللہ ذی طوٰی پہنچے تو آپؐ نے لشکر کی تربیت و تقسیم فرمائی۔ اور ان ہدایات کے بعد تمام دستے اپنے اپنے مقررہ راستوں سے چل پڑے۔

مسجد حرام میں رسولؐ اللہ کا داخلہ

اس کے بعد رسولؐ اللہ اٹھے اور آگے پیچھے اور گردوپیش موجود انصار ومہاجرین کے جلوس میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے۔ آگے بڑھ کر حجراسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔

اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپؐ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے اور کہتے جاتے تھے:

قُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ (الاسراء)

"حق آ گیا اور باطل چلا گیا، باطل جانے والی چیز ہے۔"

قُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ ٱلْبَٰطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ (سبا)

"کہہ دیجئے کہ حق آ چکا باطل تو پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔"

یعنی حق آ گیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہو گئی۔ آپؐ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے۔ آپؐ نے طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا تھا۔ حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف ہی پر اکتفا کیا۔ اندر داخل ہوئے تو تصویریں نظر آئیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی تھیں اور ان کے ساتھ میں فال گیری کے تیر تھے۔ آپؐ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: "اللہ ان مشرکین کو ہلاک کر دے۔ خدا کی قسم! ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کیے"۔ آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کی بنی ہوئی کبوتری بھی دیکھی۔ اسے اپنے دست مبارک سے توڑ دیا اور تصویریں آپؐ کے حکم کے مطابق مٹا دی گئیں۔

اس کے بعد آپؐ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، حضرت اسامہؓ اور بلالؓ بھی اندر ہی تھے۔ پھر دروازے کے مقابل کی دیوار کا رخ کیا جب دیوار صرف تین ہاتھ کے فاصلہ پر رہ گئی تو وہیں ٹھہر گئے۔ دو کھمبے آپؐ کی بائیں جانب تھے ایک کھمبا داہنے جانب اور تین کھمبے پیچھے۔ ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ کھمبے تھے۔ پھر وہیں آپؐ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد بیت اللہ کے اندرونی حصہ کا چکر لگایا۔ تمام گوشوں میں تکبیر وتوحید کے کلمات کہے اور دروازہ کھول دیا۔ قریش (سامنے) مسجد حرام میں صفیں لگائے کھچا کھچ بھرے تھے۔ انہیں انتظار تھا کہ آپؐ کیا کرتے ہیں!

آپؐ نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ لیے، قریش نیچے تھے، انہیں یوں مخاطب فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔ اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدم مٹی سے۔" اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ (الحجرات)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟" انہوں نے کہا: اچھا! آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

جب نماز کا وقت ہو چکا تو رسول اللہؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان کہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی تو اہل مکہ پر حق واضح ہو گیا اور وہ جان گئے کہ اسلام کے سوا کامیابی کی کوئی راہ نہیں اس لیے وہ اسلام کے تابعدار بنتے ہوئے بیعت کے لیے جمع ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے صفا پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ مکہ میں رسول اللہؐ نے انیس روز قیام فرمایا۔ اس دوران آپؐ لوگوں کو ہدایت و تقویٰ کی تلقین فرماتے رہے۔ فتح مکہ کے کامیاب سفر سے واپسی کے بعد رسولؐ نے مدینے میں قدرے طویل قیام فرمایا۔

فتح مکہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا جس نے بت پرستی کا کام تمام کر دیا اور سارے عرب کے لیے حق و باطل کی پہچان ثابت ہوا۔ اس کی وجہ سے ان کے شبہات جاتے رہے۔ اسی لیے اس کے بعد انہوں نے بڑی تیز رفتاری سے اسلام قبول کیا۔

حجۃ الوداع

دعوت و تبلیغ کا کام پورا ہو گیا، محمدؐ کی رسالت کی بنیاد پر ایک نئے معاشرے کی تعمیر و تشکیل عمل میں آگئی۔ اب گویا غیبی ہاتھ آپؐ کے قلب و شعور کو یہ احساس دلا رہا تھا کہ دنیا میں آپؐ کے قیام کا زمانہ اختتام کے قریب ہے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو ۱۰ھ میں یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو رخصت کرتے ہوئے فرمایا: "اے معاذ! غالباً تم مجھ سے میرے اس سال کے بعد نہ مل سکو گے، بلکہ غالباً میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے اور حضرت معاذؓ یہ سن کر رسول اللہؐ کی جدائی کے غم سے رونے لگے۔

سوموار کے دن جبکہ ذی القعدہ میں 4 دن باقی تھے رسول اللہؐ نے کوچ کی تیاری فرمائی۔ پھر مکہ میں صبح دم داخل ہوئے۔ یہ اتوار ۴ ذوالحجہ ۱۰ھ کا دن تھا۔ راستے میں آٹھ راتیں گزری تھیں۔ اوسطاً رفتار سے اس مسافت کا یہ ہی حساب بھی

ہے۔ مسجدِ حرام پہنچ کر آپؐ نے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر صفاو مروہ کے درمیان سعی کی۔ آپؐ نے حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا اور اپنے ساتھ ہدی (قربانی کے جانور) لائے تھے۔

آٹھ ذوالحجہ، ترویہ کے دن، آپؐ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ۹ ذوالحجہ کی صبح تک قیام فرمایا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر (پانچ وقت) کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ پھر اتنی دیر توقف فرمایا کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اس کے بعد عرفہ کو چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو وادئ نمرہ میں نزول فرمایا جب سورج ڈھل گیا تو آپؐ کے حکم سے قصواء پر کجاوا کسا گیا اور آپؐ بطن وادی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپؐ نے ان کے درمیان ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع

آپؐ نے فرمایا:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا ساجھی نہیں، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا اس کی ذات نے باطل کی ساری قوتوں کو زیر کر دیا۔

اے لوگو! میری بات سنو! کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں۔ تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے قتل بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ انہی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے۔

ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا، اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف کے ساتھ کھلاؤ اور پہناؤ۔

اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

لوگو! یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی

اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے، تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔ یہ سن کر آپؐ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ گواہ رہ۔"

آپؐ کے ارشادات کو ربیعہ بن امیہ بن خلفؓ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَـٰمَ دِينًاۚ ۝٣ (المائدہ)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔"

خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان اور پھر اقامت کہی، رسول اللہؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ نے پھر اقامت کہی اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔ اس کے بعد سوار ہو کر آپؐ جائے وقوع پر تشریف لے گئے اور مزدلفہ تشریف لائے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں، درمیان میں کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے اور طلوع فجر تک لیٹے رہے، البتہ صبح نمودار ہوتے ہی اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد قصویٰ پر پھر سوار ہو کر مشعر حرام تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کی تکبیر و تحلیل اور توحید کے کلمات کہے۔ یہاں اتنی دیر ٹھہرے رہے کہ خوب اجالا ہو گیا۔ اس کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے۔

بطن محسر میں پہنچے تو سواری کو ذرا تیزی سے دوڑایا۔ پھر جو درمیانی راستہ جمرہ کبریٰ پر نکلتا تھا اس سے چل کر جمرہ کبریٰ پر پہنچے۔ اس زمانے میں وہاں ایک درخت بھی تھا اور جمرہ کبریٰ اس درخت کی نسبت سے بھی معروف تھا۔ اس کے علاوہ جمرہ کبریٰ کو جمرۃ عقبہ اور جمرۃ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے جمرۃ کبریٰ کو سات کنکریاں ماریں ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ کنکریاں چھوٹی چھوٹی تھیں جنہیں چٹکی میں لے کر چلایا جا سکتا تھا۔ آپؐ نے کنکریاں بطن وادی میں کھڑے ہو کر ماری تھیں۔ اس کے بعد آپؐ قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے 63 اونٹ ذبح کیے۔ پھر حضرت علیؓ کو سونپ دیا اور انہوں نے بقیہ 37 اونٹ ذبح کیے۔ اس طرح سو اونٹ کی تعداد پوری ہو گئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بھی اپنی ہدی (قربانی) میں شریک فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپؐ کے حکم سے ہر اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں ڈالا اور پکایا گیا۔ پھر آپؐ اور حضرت علیؓ نے اس گوشت میں سے کچھ تناول فرمایا اور اس کا شوربہ بھی پیا۔

بعد ازاں رسول اللہؐ سوار ہو کر مکہ تشریف لے گئے، بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ اسے طواف افاضہ کہتے ہیں اور مکہ ہی میں ظہر کی نماز ادا فرمائی ۔ آج یوم نحر تھا یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ تھی۔ نبیؐ نے آج بھی دن چڑھے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ آپؐ کے ارشادات صحابہؓ کو سنا رہے تھے صحابہ کرامؓ کچھ بیٹھے اور کچھ کھڑے تھے۔ آپؐ نے آج کے خطبے میں بھی کل کی کئی باتیں دہرائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

”زمانہ گھوم پھر کر اپنی اسی دن کی ہیئت پر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرام کے ہیں، تین پے در پے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک رجب جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہے۔ (آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ) یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ خاموش رہے، یہاں تک کہ صحابہ نے سمجھا کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن پھر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذی الحج نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ خاموش رہے، یہاں تک کہ صحابہ نے سمجھا آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، مگر آپؐ نے فرمایا، کیا یہ بلد (مکہ) نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: اچھا تو یہ دن کون سا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ خاموش رہے، یہاں تک کہ صحابہ نے سمجھا آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، مگر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن یعنی دس ذی الحجہ) نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو سنو کہ تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جیسے تمہارے اس شہر اور تمہارے اس مہینے میں تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے اور تم لوگ بہت جلد اپنے پروردگار سے ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، لہٰذا دیکھو میرے بعد پلٹ کر گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ بتاؤ! کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ نے کہا: ہاں! آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ... جو شخص موجود ہے وہ غیر موجود تک (میری باتیں) پہنچا دے کیونکہ بعض وہ افراد جن تک (یہ باتیں) پہنچائی جائیں گی وہ بعض (موجودہ) سننے والے سے کہیں زیادہ ان باتوں کے سیاق و سباق کو سمجھ سکیں گے۔ یاد رکھو! کوئی بھی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی اور پر جُرم نہیں کرتا (یعنی اس جرم کی پاداش میں کوئی اور نہیں بلکہ خود مجرم ہی پکڑا جائے گا)۔ یاد رکھو! کوئی جرم کرنے والا اپنے بیٹے پر یا کوئی بیٹا اپنے باپ پر جُرم نہیں کرتا (یعنی باپ کے جرم میں بیٹے کو یا بیٹے کے جرم میں باپ کو نہیں پکڑا جائے گا)۔ یاد رکھو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہارے اس شہر میں کبھی بھی اس کی پوجا کی جائے لیکن اپنے جن اعمال کو تم لوگ حقیر سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے راضی ہو گا۔“

اس کے بعد آپؐ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کو منیٰ میں مقیم رہے، اس دوران آپؐ حج کے مناسک بھی ادا فرماتے رہے، لوگوں کو شریعت کے احکام بھی سکھا رہے تھے، اللہ کا ذکر بھی فرما رہے تھے، ملت ابراہیمی کی سنت، ہدی (قربانی

) بھی قائم کر رہے تھے، اور اس شرک کے آثار و نشانات کا صفایا بھی فرما رہے تھے۔ آپؐ نے ایام تشریق میں بھی ایک دن خطبہ دیا۔

ایام تشریق کے خاتمے پر دوسرے یوم ۱۳ ذی الحجہ کو نبیؐ نے منیٰ سے کوچ فرمایا اور وادی ابطح میں دن کا باقی ماندہ حصہ اور رات وہیں گزاری اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں۔ البتہ عشاء کے بعد تھوڑا سا سو کر اٹھے پھر سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور طواف وداع فرما آئے۔

تمام مناسک حج سے فارغ ہو کر آپؐ نے سواری کا رخ مدینہ منورہ کی راہ پر ڈال دیا اس لیے نہیں کہ وہاں پہنچ کر راحت فرمائیں بلکہ اس لیے کہ اب پھر اللہ کی خاطر اللہ کی راہ میں ایک نئی جدوجہد کا آغاز فرمائیں۔

الوداعی آثار

جب دعوت دین مکمل ہو گئی اور عرب کی نکیل اسلام کے ہاتھ میں آ گئی تو رسول اللہؐ کے جذبات و احساسات، احوال و ظروف اور گفتار و کردار سے ایسی علامات نمودار ہونا شروع ہوئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپؐ اس حیات مستعار اور اس جہان فانی کے باشندگان کو الوداع کہنے والے ہیں۔ مثلاً: آپؐ نے رمضان ۱۰ ھ میں 20 دن اعتکاف فرمایا جبکہ ہمیشہ دس دن ہی اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو اس سال دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا جبکہ ہر سال ایک ہی مرتبہ دور کرایا کرتے تھے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: ”مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں کو کبھی نہ مل سکوں۔“ جمرۃ عقبہ کے پاس فرمایا: ”مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو، کیونکہ میں اس سال کے بعد غالباً حج نہ کر سکوں گا۔“ آپؐ پر ایام تشریق کے وسط میں سورۃ النصر نازل ہوئی اور اس سے آپؐ نے سمجھ لیا کہ اب دنیا سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ موت کی اطلاع ہے۔

مرض کا آغاز

۲۹ صفر ۱۱ھ بروز دوشنبہ (پیر کے دن) کو رسول اللہؐ ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپسی پر راستے ہی میں درد سر شروع ہو گیا اور حرارت اتنی تیز ہو گئی کہ سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر سے محسوس کی جانے لگی۔ آپؐ نے اسی حالت مرض میں ۱۱ دن نماز پڑھائی۔ مرض کی کل مدت ۱۳ یا ۱۴ دن تھی۔

آخری ہفتہ

رسول اللہؐ کی طبیعت روز بروز بوجھل ہوتی جا رہی تھی اس دوران آپؐ ازواج مطہرات سے پوچھتے رہتے تھے کہ میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟ اس سوال سے آپؐ کا جو مقصود تھا ازواج مطہرات اسے سمجھ گئیں، چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی کہ آپؐ جہاں چاہیں رہیں۔ اس کے بعد آپؐ حضرت عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ منتقل ہوتے

ہوئے حضرت فضل بن عباسؓ اور علی بن ابی طالبؓ کا سہارا لے کر درمیان میں چل رہے تھے۔ اس کیفیت کے ساتھ آپؐ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف لائے اور پھر حیات مبارک کا آخری ہفتہ وہیں گزارا۔

وفات سے پانچ دن قبل

وفات سے پانچ دن قبل روز چہار شنبہ (بدھ) کو جسم مبارک کی حرارت میں مزید شدت آگئی جس کی وجہ سے تکلیف بھی بڑھ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: ''مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے سے پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کے پاس جاکر وصیت کر سکوں۔'' اس کی تکمیل کرتے ہوئے آپؐ کو ایک لگن میں بٹھادیا گیا، آپؐ کے اوپر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپؐ ''بس'' ''بس'' کہنے لگے۔ اس وقت آپؐ نے کچھ تخفیف محسوس کی اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ منبر پر فروکش ہوئے اور بیٹھ کر خطبہ دیا۔ صحابہ کرامؓ گرداگرد جمع تھے۔ فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت! انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔'' ایک روایت میں اس طرح ہے: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی مار! انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا''۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا:- ''تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے''۔ پھر آپؐ نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا اور فرمایا: ''میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے، وہ بدلہ لے لے، اور کسی کی بے آبروئی کی ہو تو یہ میری آبرو حاضر ہے، وہ بدلہ لے لے۔''

اس کے بعد آپؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور عداوت وغیرہ سے متعلق اپنی پچھلی باتیں دہرائیں۔ ایک شخص نے کہا: آپؐ کے ذمہ میرے تین درہم باقی ہیں۔ آپؐ نے فضل بن عباسؓ سے فرمایا: انہیں ادا کردو۔ اس کے بعد انصار کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ میرے قلب و جگر ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا ان کے نیکوکار سے قبول کرنا اور ان کے خطاکار سے درگزر کرنا۔'' ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے۔ لہٰذا تمہارا جو آدمی کسی نفع اور نقصان پہنچانے والے کام کا والی ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کرے اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرے۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت میں سے جو کچھ چاہے اللہ اسے دے دے یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کر لیا۔'' یہ بات سن کر ابو بکرؓ رونے لگے اور فرمایا: ہم اپنے ماں باپ سمیت آپؐ پر قربان۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا: اس بڑھے کو دیکھو! رسول اللہؐ تو ایک بندے کے بارے میں یہ بتارہے ہیں اور یہ بڑھا کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپؐ پر قربان۔ (لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہؐ تھے اور ابو بکرؓ ہم میں سب سے زیادہ

صاحب علم تھے۔ پھر رسولؐ نے فرمایا: ''مجھ پر اپنی رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ صاحب احسان ابو بکرؓ ہیں اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو خلیل بناتا، لیکن (ان کے ساتھ) اسلام کی اخوّت و محبت (کا تعلق) ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے لازمًا بند کر دیا جائے، سوائے ابو بکرؓ کے دروازے کے۔''

ایک یا دو دن پہلے

ہفتہ یا اتوار کو نبیؐ نے اپنی طبیعت میں قدرے تخفیف محسوس کیا۔ چنانچہ دو آدمیوں کے درمیان چل کر ظہر کی نماز کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت ابو بکرؓ، صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''پیچھے نہ ہٹیں اور لانے والوں سے فرمایا کہ مجھے ان کے بازو میں بٹھا دو۔ چنانچہ آپؐ کو ابو بکرؓ کے بائیں جانب بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد ابو بکرؓ رسول اللہؐ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور صحابہ کرامؓ کو تکبیر سنا رہے تھے۔ وفات سے ایک دن پہلے بروز اتوار نبیؐ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ پاس میں سات دینار تھے انہیں صدقہ کر دیا۔

حیات مبارکہ کا آخری دن

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ دوشنبہ (پیر کے دن) کے روز مسلمان نماز میں مصروف تھے اور ابو بکر صدیقؓ امامت فرما رہے تھے کہ اچانک رسول اللہؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور صحابہ کرامؓ پر جو صفیں باندھے نماز میں مصروف تھے نظر ڈالی۔ پھر تبسم فرمایا ادھر ابو بکرؓ اپنی ایڑی کے بل پیچھے ہٹے کہ صف میں جا ملیں۔ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہؐ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ (کے اس اچانک ظہور سے) مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہتے تھے کہ نماز کے اندر ہی فتنے میں پڑ جائیں (یعنی آپؐ کی مزاج پُرسی کے لیے نماز توڑ دیں) لیکن رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کر لو۔ پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا۔

اس کے بعد رسول اللہؐ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھے چاشت کے وقت آپؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور اس سے کچھ سرگوشی کی۔ وہ رونے لگیں آپؐ نے انہیں پھر بلایا اور کچھ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ بعد میں ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ (پہلی بار) نبیؐ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ آپؐ اس مرض میں وفات پا جائیں گے۔ اس لیے میں روئی۔ پھر آپؐ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ آپؐ کے اہل و عیال میں سب سے پہلے میں آپؐ کے پیچھے جاؤں گی۔ اس پر میں ہنسی۔ نبیؐ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ بشارت بھی دی کہ آپؓ ساری خواتین عالم کی سیّدہ (سردار) ہیں۔

اس وقت رسول اللہؐ جس شدید کرب سے دوچار تھے اسے دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بے ساختہ پکار اٹھیں وَاکَربَ اَبَاہٗ (ہائے اباجان کی تکلیف)۔ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔''

آپؐ نے حسن و حسینؓ کو بلا کر چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی۔ ازواجِ مطہراتؓ کو بلایا اور انہیں وعظ و نصیحت کی۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بھی وصیت فرمائی۔

وفات سے پہلے آپؐ نے ہاتھ یا انگلی اٹھائی نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے کان لگایا تو آپؐ فرما رہے تھے۔ "ان انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہمراہ جنہیں تو نے انعام سے نوازا۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔ اے اللہ! رفیق اعلیٰ۔"

آخری فقرہ دو تین بار دہرایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپؐ رفیق اعلیٰ سے جا لاحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ!

یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ (پیر کے دن) کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔ اس وقت نبیؐ کی عمر تریسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی۔ (صحیح بخاری)

درود

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

"اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور آلِ ابراہیمؑ پر رحمت بھیجی، بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ الٰہی! برکت دے حضرت محمدؐ کو اور محمدؐ کی آل کو جیسے تو نے حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو برکت دی۔"

ہر پیغمبر اور نبی نے آخری رسولؐ کے آنے کی خبر دی اور آپؐ پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی۔ ہمارے لیے حکم ہے رسول اللہؐ کی اتباع کریں اور ان کی پیروی کریں۔ اگر کوئی اس کے بدلے اور راستہ تلاش کرے تو انجام بہت سخت یعنی جہنم ہو گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ (النساء)

"جو شخص باوجود راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہؐ کا خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔"

ہمیں اپنے عمل میں دیکھنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم قرآن اور صحیح حدیث کو چھوڑ کر اپنی خواہش اور اپنی مرضی پر عمل کر رہے ہوں۔ اگر اس کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ پسند کیا ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کو اسی راستے پر چلا دیتے ہیں۔ دراصل جب انسان اپنی مرضی کرنا چاہتا ہو، یعنی خواہش نفس کی پیروی اور سرکشی کرنا چاہتا ہو، خصوصاً اس وقت

جبکہ حق بات سامنے اور واضح ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو کسی دوسرے رستے پر لے جائے تو اس کے لیے وہ راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے کچھ کرنے نہیں دیتا اس کے لیے بڑے راستے کھلے ہیں لیکن وہ راستے کہاں ختم ہوتے ہیں؟ جہنم میں!

یہ آیت منافق کے بارے میں ہے لیکن ظاہر ہے یہ صرف اس کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ جو بھی اللہ کے رسولؐ سے دشمنی رکھے اور آپؐ کے خلاف چلے جبکہ اس کے پاس واضح ہدایت پہنچ چکی ہو ان کے لیے بھی ہے۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ غیر مسلم، کافر وغیرہ اپنے مذہب وعقیدہ اور دلیل میں بڑے مطمئن نظر آتے ہیں، کیونکہ ان کے لیے وہ ہی راستے آسان کر دیے جاتے ہیں اور اس پر ان کو تسلی ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہر اہم مذہب کی کتابوں میں رسول اللہؐ کا ذکر اور پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آخری نبی آئیں گے اور ان پر ایمان لانا دونوں جہان کی کامیابی کے لیے لازم ہے۔ لیکن ان کی اپنی کتابوں سے لاعلمی اور شیطان کی سازش جو شروع سے چلی آرہی ہے اور آج بھی ہے کہ حق سے انسان کو ہٹایا جائے اور باطل کے اندھیروں میں رکھا جائے اور اسی چال وفریب کی وجہ سے غیر مسلم تو غیر مسلم، مسلمان بھی اپنے مذہب سے ناواقف ہوتے جارہے ہیں۔ ہر انسان کو خبردار رہنا چاہیے کہ وہ دن بہت سخت ہو گا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُوا۟ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ (الفرقان)

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا کہ ہائے کاش کے میں نے رسول اللہؐ کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آپہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔ اور رسول کہے گا اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾

(الاحزاب)

”اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (حیرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے: ”اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنھوں نے ہمیں راہ راست سے

بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔"

قرآن کا نزول اور نبیؐ کی بعثت سارے جہان والوں کے لیے راہ نجات ہے۔ آپؐ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتوں سے ہم کنار کرنے کے لیے آئے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء)

"اور ہم نے آپؐ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔"

حضورؐ کے اخلاق و اوصاف

حضورؐ کی حیات مبارک کے ساتھ ساتھ آپؐ کے اخلاق اور اوصاف کو جاننا بھی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ بحیثیت نبیؐ کے امتی ہونے کے ہمارا فرض بنتا ہے کہ آپؐ کے کردار اور اخلاق کو جاننے کی کوشش کریں اور اپنائیں تاکہ ہم آپؐ کی اتباع کا حق صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ اگر واقعتاً ہم نبیؐ کی محبت میں سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی محبت کا وعدہ دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿٣١﴾

(آل عمران)

"اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

آپؐ کے ساتھی صحابہ اور جان پہچان والے آپؐ سے بے انتہا محبت کرتے تھے حتیٰ کہ دشمن بھی آپؐ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس کی وجہ دراصل آپؐ کا وہ اخلاق مبارک اور عادات ہیں جس کا اس قدر وافر حصہ آپؐ کو عطا ہوا تھا جو کسی اور انسان کو نہ ملا۔ قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٖ ﴿٤﴾ (القلم)

"اور بیشک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں۔"

نبی اکرمؐ نے خود فرمایا:

"میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔" (موطا)

نبیؐ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ بُردباری، قوت برداشت، قدرت کے باوجود درگزر سے کام لینا اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے جن کے ذریعے اللہ نے آپؐ کی تربیت کی تھی۔ نبیؐ کی بلندیٔ کردار کا عالم یہ تھا کہ آپؐ کے خلاف دشمنوں کی ایذاءرسانی اور بدمعاشوں کی خودسری و زیادتی جس قدر بڑھتی گئی آپؐ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "رسول اللہؐ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپؐ وہی کام اختیار فرماتے جو آسان

ہوتا، جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپؐ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہتے۔ آپؐ نے کبھی اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا! البتہ اگر اللہ کی حرمت چاک کی جاتی تو آپؐ اللہ کے لیے انتقام لیتے۔"

آپؐ سب سے بڑھ کر غیظ و غضب سے دور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے۔ آپؐ کی سخاوت رمضان میں زیادہ جوش میں آجاتی جب حضرت جبریلؑ آپؐ سے ملاقات فرماتے اور حضرت جبریلؑ رمضان میں آپؐ سے ہر رات ملاقات فرماتے تھے اور قرآن کا دور کراتے۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپؐ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے نہیں کہہ دیا ہو۔

شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپؐ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپؐ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جبکہ اچھے اچھے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے، آپؐ اپنی جگہ بر قرار رہے اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔

آپؐ سب سے زیادہ حیادار اور پست نگاہ تھے۔ آپؐ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپؐ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرے سے پتا لگ جاتا۔ اپنی نظریں کسی کے چہرے پر گاڑتے نہ تھے۔ نگاہ پست رکھتے تھے اور آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف نظر زیادہ دیر تک رہتی تھی۔ عموماً نیچی نگاہ سے تاکتے۔ حیا اور کرم نفس کا عالم یہ تھا کہ کسی سے ناگوار بات روبہ رو نہ کہتے اور کسی کی کوئی ناگوار بات آپؐ تک پہنچتی تو نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے، بلکہ یوں فرماتے کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ آپؐ سب سے زیادہ عادل، پاکدامن اور صادق تھے جس کا اعتراف آپؐ کے دوست دشمن سب کو ہے۔ نبوت سے پہلے ہی آپؐ کو امین کہا جاتا تھا اور دور جاہلیت میں آپؐ کے پاس فیصلے کے مقدمات لائے جاتے تھے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپؐ سے کہا: "ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں۔" قرآن میں اس حوالے سے فرمایا گیا:

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ (الانعام)

"یہ لوگ آپؐ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ اس نبی نے جو بات کہی ہے اس کے کہنے سے پہلے تم لوگ ان پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپؐ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے۔ جس طرح بادشاہوں کے لیے ان کے خدام کھڑے رہتے ہیں اس طرح اپنے لیے آپؐ صحابہ کرامؓ کو کھڑے ہونے سے منع فرماتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کرتے تھے، فقراء کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، غلام کی دعوت منظور فرماتے تھے، صحابہ کرامؓ میں کسی امتیاز کے بغیر ایک عام آدمی کی طرح بیٹھتے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

((خیرکم خیرکم لاھلی، وانا خیرکم لاھلی))

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہے۔ میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوں۔"

رسولؐ اللہ کا اپنی بیویوں کے ساتھ کیسا طرز عمل تھا۔ اسود بن یزیدؒ اس کی بابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: رسول اللہؐ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا: "رسول اللہؐ گھر کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے، پھر جب نماز کا وقت ہو جاتا آپؐ وضو کرتے اور نماز کے لیے نکل جاتے۔ آپؐ اپنے جوتے خود ٹانکتے تھے، اپنے کپڑے خود سیتے تھے اور ہاتھ سے اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے۔"

ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے حسن اخلاق اور رحم و کرم دوسروں کے ساتھ بہت اچھا ہوتا ہے مگر وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نہایت طرش رویہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ اپنے والدین، بیوی اور بچوں کا ان پر سب سے زیادہ حق ہوتا ہے۔

آپؐ سب سے بڑھ کر عہد کی پابندی اور صلہ رحمی فرماتے تھے، لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت اور رحم و مروت سے پیش آتے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے۔

اپنے خادم کو اُف نہیں کہا، نہ اس پر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر عتاب فرمایا۔ مسکینوں سے محبت کرتے، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔ کسی فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک بار آپؐ سفر میں تھے ایک بکری کاٹنے پکانے کا مشورہ ہوا۔ ایک نے کہا: ذبح کرنا میرے ذمہ، دوسرے نے کہا: کھال اتارنا میرے ذمہ، تیسرے نے کہا: پکانا میرے ذمہ، نبیؐ نے فرمایا: ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم آپؐ کا کام کر دیں گے۔

آپؐ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں تم لوگ میرا کام کر دوگے لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ تم پر امتیاز حاصل کروں، کیونکہ اللہ اپنے بندے کی یہ حرکت ناپسند کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے رفقاء میں ممتاز سمجھے۔" اس کے بعد آپؐ نے اٹھ کر لکڑیاں جمع فرمائیں۔

آپؐ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر ضرور فرماتے۔ جگہیں مخصوص نہ فرماتے یعنی اپنے لیے کوئی امتیازی جگہ مقرر نہ فرماتے، جب قوم کے پاس پہنچتے تو مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم بھی فرماتے۔ سب اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے، حتیٰ کہ کوئی شخص یہ نہ محسوس کرتا کہ کوئی شخص آپؐ کے نزدیک اس سے زیادہ باعزت ہے۔

آپؐ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی، آسانی پسند اور نرم مزاج تھے اور سخت مزاج نہ تھے، نہ چیختے چلاتے تھے۔ نہ زیادہ عتاب فرماتے تھے اور نہ بہت تعریف کرتے تھے۔ آپؐ نے تین باتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھا۔

۱۔ ریاء سے

۲۔ کسی چیز کی کثرت سے

۳۔ اور لایعنی بات سے۔

اور تین باتوں سے لوگوں کو محفوظ رکھا، یعنی آپؐ

۱۔ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے

۲۔ کسی کو عار نہیں دلاتے تھے

۳۔ اور کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف میں فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ (القلم)

"یقیناً آپ عظیم اخلاق پر ہیں۔"

یہ ایسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے لوگ آپؐ کی طرف کھنچ آئے، دلوں میں آپؐ کی محبت بیٹھ گئی اور آپؐ کو قیادت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ لوگ آپؐ پر فدا ہو گئے۔ ان ہی خوبیوں کے سبب آپؐ کی قوم کی اکڑ اور سختی نرمی میں تبدیل ہوئی، یہاں تک کہ یہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئی۔

ہمیں ہمیشہ اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے ہمیں نبیؐ کا امتی بنایا اور نبیؐ کا احسان ماننا چاہیے کہ کس طرح انہوں نے اپنے حسن اخلاق سے ایک نمونہ پیش کیا اور ان کے شکرانے میں ان پر جتنے بھی درود و سلام بھیج سکیں کم ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

(الاحزاب)

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

"اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ پر اور آپؐ کی آل پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی ابراہیم پر اور ان کی آل پر تحقیق تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمدؐ پر اور آپؐ کی اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت فرمائی ابراہیم پر اور ان کی آل پر تحقیق تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔"

قرآن مجید

قرآن مجید کے نازل ہونے کے متعلق تعارف

اس کتاب کا تعارف کیا ہے:

وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ (الشعراء)

"اور یقیناوہ رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا ہوا ہے۔"

کس کے ذریعے آیا ہے:

نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ (الشعراء)

"روح الامین یعنی جبرائیل امین اس کو لے کر اترے ہیں"(جو تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔)

کس پر اترا ہے:

عَلَىٰ قَلْبِكَ ﴿١٩٤﴾ (الشعراء)

"رسول اللہؐ کے دل پر اترا۔"نبی کریمؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔

کیوں اترا:

لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ (الشعراء)

"تاکہ آپؐ آگاہ اور خبردار کرنے والوں میں سے ہوجائیں" اور لوگوں کو آگاہ کریں ان کے انجام سے اور ان کے آنے والے امتحان سے۔

کس شہر میں اترا:

اُمَّ الْقُرٰی (الشوریٰ)

جس شہر مکہ پر اترا قرآن پاک میں اس شہر کو ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں اور پوری دنیا میں ایک مرکزی اہمیت رکھنے والا شہر قرار دیا گیا۔ اور جسے امن کا شہر اور حرمت والا کہا گیا ہے۔

کس مہینے اترا:

شَهۡرُ رَمَضَانَ (البقرہ)

جس کی عزت جس کی برکت اور فضیلت تمام مہینوں پر ممتاز ہے۔

کس رات میں اترا:

لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ (القدر)

جس رات اترا قرآن مجید نے اسے ہزار مہینوں سے بہتر رات قرار دیا۔

کس امت پر اترا:

خَيۡرَ أُمَّةٍ (آل عمران)

جس امت پر اترا اسے خیر امت بہترین امت قرار دیا۔

قرآن مجید کے فضائل وبرکات

اللہ تعالیٰ کائنات کی سب سے عظیم ہستی ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ یہ کتاب قرآن مجید اس کا کلام ہے، یہ عظیم ہستی کی بات ہے، یہ علم دنیا کے تمام علوم اور کتابوں سے مختلف ہے۔ قرآن مجید شک وشبہ سے بالاتر، حق وباطل میں فرق کرنے والی، جہالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کے نُور سے منور کرنے والی، ایمان لانے والوں کو جنت کی بشارت دینے والی اور انکار کرنے والوں کو جہنم سے ڈرانے والی، بنی نوع انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت قرآن مجید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام جو سیدھی راہ دکھاتی ہے۔

ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ ۝٢ (البقرہ)

"اس کتاب (اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے"۔

فَقَدۡ جَآءَكُم بَيِّنَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞۚ ۝١٥٧ (الانعام)

"سواب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے"۔

قرآن مجید کی تلاوت اور فکر وتدبر میں مصروف رہنے پر اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرماتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے قرآن مجید کے فضائل اور فیوض وبرکات کے بارے میں جو احادیث مبارکہ ارشاد فرمائیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اُمت محمدی کا ہر فرد اگر ساری عمر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گزارے تب بھی حق شکر ادا نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید کے فضائل پر مشتمل چند احادیث

☆ "تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔" (بخاری)

☆ "قرآن مجید سیکھنے کے لیے جو شخص گھر سے نکلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔" (مسلم)

☆ "قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والے، اللہ والے اور اس کے چُنے ہوئے بندے ہیں۔" (ابنِ ماجہ)

☆ "قرآن مجید کا علم سیکھنے والوں کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی دُعا کرتی ہیں۔" (ابنِ ماجہ)

☆ "قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والوں پر اللہ تعالیٰ سکینت نازل فرماتے ہیں، فرشتے ان کی مجلس کے گرد (احتراماً) کھڑے رہتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر (فخر کے طور پر) فرشتوں کے سامنے کرتے ہیں۔" (مسلم)

☆"قرآن مجید کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا اہلِ ایمان کے ہاتھ میں ہے جو اسے تھامے رکھیں گے نہ (دنیا میں) گمراہ ہوں گے نہ (آخرت میں) ہلاک ہوں گے۔(طبرانی)

☆"اپنی اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دلوانے والے والدین کو قیامت کے روز دو ایسے قیمتی لباس پہنائے جائیں گے جن کے مقابلے میں دنیا ومافیہا کی ساری دولت ہیچ ہوگی۔"(احمد)

اکثر لوگ قرآن عربی میں پڑھتے ہیں اس کے معنی پر توجہ نہیں دیتے اور کچھ لوگ صرف معنٰی پڑھتے ہیں اور ان کے خیال کے مطابق علم وہدایت کے لیے صرف معنی پڑھنا کافی ہے۔لیکن عربی کی تلاوت کرنا بھی ثواب وبرکات کے لیے ضروری ہے۔

☆"قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔" (ترمذی)

☆"قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنے والے لوگ قابل رشک ہیں۔"(بخاری)

☆"قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنے والا قیامت کے روز مقرب فرشتوں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔"(مسلم)

قرآن مجید کی تلاوت سے سکون قلب اور سکینت حاصل ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ (الرعد)

"یادرکھو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی (اطمینان) حاصل ہوتی ہے۔"

قرآن مجید شفا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تین مقامات پر قرآن مجید کو شفاء قرار دیا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ (یونس)

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہے اس کے لیے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔"

وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّـٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾ (بنی اسرائیل)

"یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مؤمنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے۔ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔"

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ ۖ وَٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ (حٰمٓ السجدہ)

"(اے محمدؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن

اور) بوجھ ہے اور ان پر اندھا پن ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔"

قرآن مجید اول سے آخر تک ہدایت ہی ہدایت اور رحمت ہی رحمت ہے۔

وَإِنَّهُۥ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝٧٧ (النمل)

"اور یہ (قرآن) ایمان لانے والوں کے لیے یقیناً ہدایت اور رحمت ہے۔"

هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ ۝٣ (لقمان)

"یہ (قرآن مجید) ہدایت اور رحمت ہے نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔"

قرآن مجید کا چیلنج

قرآن مجید کے بارے میں کفار کا کہنا یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب نہیں بلکہ محمدؐ کی اپنی تصنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا جواب دیا کہ اگر یہ قرآن محمدؐ کی تصنیف ہے تو اس جیسی ایک سورۃ یا اس جیسا کلام تم بھی تصنیف کر کے دکھا دو۔ ارشاد ہوتا ہے:

أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَـٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ۝١٣ (ھود)

"کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود گھڑ لیا ہے، تو ان سے کہیے کہ اس جیسی تم دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس جس کو (مدد کے لیے) بُلا سکتے ہو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔"

دس سورتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے صرف ایک سورۃ بنانے کا چیلنج بھی دیا۔ ارشاد ہوا:

وَإِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ۝٢٣ (البقرہ)

"ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو تو اس جیسی ایک سُورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بُلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔"

ایک سورۃ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک آیت کا چیلنج بھی دیا کہ ایک سورۃ تو بڑی دور کی بات ہے تم اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے۔ فرمایا:

فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَـٰدِقِينَ ۝٣٤ (الطور)

"کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے (القرآن) خود گھڑ لیا ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اچھا تو بھلا اس جیسی ایک (ہی آیت) بات یہ (بھی) تو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔"

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کو اور بھرپور انداز میں بیان کیا ہے جو کسی دوسری جگہ موجود نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾ (الاسراء)

"(اے محمدؐ!) کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور سارے جن مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔"

قرآن مجید کی حفاظت

کفار کا کہنا تھا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ رب العزت کا نازل کردہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے شیاطین سے بچانے کا خصوصی انتظام فرمایا ہے۔ نزول قرآن کے وقت شیطان کو قرآن مجید کے سننے سے دور اور محروم کر دیا گیا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ ٱلسَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ (الشعراء)

"اس قرآن کو شیاطین نہیں لائے نہ وہ اس کے قابل ہیں، نہ انہیں اس کی طاقت ہے بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔"

لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ (الواقعہ)

"اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔"

قرآن مجید کو کوئی بدل نہیں سکتا، یعنی وہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔ باطل اس کے آگے سے آ کر اس میں کمی اور نہ اس کے پیچھے سے آ کر اس میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی تغیر و تحریف کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے اور حمید یعنی محمود، یا جن باتوں کا حکم دیتا ہے اور جن سے منع فرماتا ہے، عواقب اور غایات کے اعتبار سے سب محمود ہیں یعنی اچھے اور مفید ہیں۔ (ابن کثیر)

لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ (حٰم السجدہ)

"(قرآن) جس کے پاس باطل بھٹک نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے یہ نازل کردہ ہے حکمتوں والے خوبیوں والے، (اللہ) کی طرف سے۔"

قرآن مجید میں بیان کیے گئے عقائد، واقعات اور حقائق کو قیامت تک کوئی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی آیات و الفاظ میں ردوبدل قیامت تک ممکن نہیں، کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید آج تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح یہ اترا تھا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩ (الحجر)

"ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

قرآن مجید کی اہمیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آسمان سے آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے اور قیامت تک کے لیے ہدایت نامہ ہے اور سب سے بہترین کتاب ہے اور اس میں سب علموں سے بڑا اور مستند علم ہے۔ قرآن مجید میں ساری کائنات کا ہر ظاہر اور باطن علم سمایا ہوا ہے اور اس کے مطالعے کے بعد انسان راہنمائی حاصل کرتا ہے اور یہ علم سیدھی راہ دکھاتا ہے وہ راہ جو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر حق کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔

الٓر ۚ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ ۝١ (ابراہیم)

"یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔

قرآن مجید کا مطالعہ انسان کے لیے علم تحقیق اور جستجو کی نئی راہ کے دروازے کھولتا ہے اور یہ علم ہر انسان کو متاثر کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں ہر علم اور بات حق پر مبنی ہے۔ قرآن مجید کے مطالعے سے نہ صرف علم حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دونوں جہان میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

قَالَ ٱهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًۢا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝١٢٣ (طٰہٰ)

"جس نے میری ہدایت کی پیروی کی نہ وہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا نہ (آخرت میں) نامراد ہوگا۔"

قرآن مجید کو جو بھی ادنیٰ یا اعلیٰ شخص ہدایت کی نیت سے پڑھتا ہے یا سنتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے، بشرطیکہ اس کے ذہن میں تعصب یا ہٹ دھرمی نہ ہو، اس کی مثالیں تاریخ اسلام سے لے کر آج تک ملتی ہیں۔

وَإِذَا سَمِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ ۝٨٣ (المائدہ)

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ (کلام) کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جو تصدیق کرتے ہیں۔"

قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کی ہدایت ہے۔ قرآن مجید ہماری طاقت ہے اور اس میں دنیا میں حقیقی کامیابی اور آخرت میں نجات اور رحمت ہے۔

فَقَدْ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ﴿١٥٧﴾ (الانعام)

"تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔"

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جتنی بھی نعمتیں عطا فرماتا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت قرآن مجید ہے تو اس میں قطعی کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی ساری برکتیں اور بھلائیاں سمیٹ کر قرآن مجید کی صورت میں ہماری جھولی میں ڈال دی ہیں۔ قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کے لیے باعث رحمت، باعث ہدایت، باعث شفاء ہے، زندگی موت کے خوف سے پناہ مہیا کرنے والا ہے، زمینی و آسمانی آفات سے تحفظ فراہم کرنے والا ہے۔ انسانی زندگی کی کون سی حاجت اور مشکل ایسی ہے جس کا حل قرآن مجید میں نہ ہو۔ اس میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

اس دنیا کے بعد عالم برزخ میں بھی قرآن مجید اہل ایمان کے لیے باعث رحمت اور باعث نجات ہو گا۔ برزخ کے بعد آخرت میں بھی قرآن مجید اہل ایمان کے لیے باعث شفاعت، بلند درجات، و باعث عزت و افتخار ہو گا۔ انسان اپنی آخری منزل تک پہنچنے سے پہلے قدم قدم پر جتنا قرآن مجید کا محتاج ہے اتنا کسی دوسری چیز کا نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی میں پیش آنے والے ہر ہر مرحلے کے لیے ہدایت دی ہے، خواہ گھر ہو یا باہر، دنیا ہو یا کائنات، یہ زندگی ہو یا آخرت، کاروبار ہو یا سیاست وغیرہ وغیرہ غرض کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس کے لیے واضح ہدایت نہ دی گئی ہو۔ قرآن مجید میں جدید سائنس کا علم بھی موجود ہے ۔ سائنسدانوں نے تحقیق کے بعد تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو سائنس کے متعلق معلومات ہیں وہ سو فیصد درست ہیں۔ جدید سائنس کے حوالے سے قرآنی آیات کی تفسیر اور تشریح پر اب بہت سی کتابیں بھی تحریر کی جاچکی ہیں۔

غلط فہمی

قرآن مجید کے بارے میں بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ کتاب بڑی مشکل ہے، اسے پڑھنا اور سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، صرف عالم لوگ ہی اسے پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ اس غلط فہمی میں مبتلا لوگ یا تو قرآن مجید کو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگاتے یا صرف تلاوت پر اکتفا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے بارے میں مشکل کتاب ہونے کا تصور اس

آدمی کا ہو سکتا ہے جس نے کبھی قرآن مجید کو پڑھنے یا سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید سے بڑھ کر آسان اور عام فہم کوئی دوسری کتاب نہیں۔ کفار مکہ کو جن باتوں پر سب سے زیادہ اعتراض تھا وہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ سے متعلق تھیں۔ جنہیں قرآن مجید میں بار بار مختلف انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان عقائد کے سمجھانے کے لیے سارے قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بھی فلسفہ یا منطق کا انداز اختیار نہیں کیا گیا بلکہ انتہائی سادہ اور عام فہم انداز میں جابجا سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عقیدہ توحید سمجھانے کے لیے روز مرہ مشاہدات کا ذکر کیا گیا ہے، مثلاً انسان اور زمین وآسمان کی پیدائش، سورج، چاند، ستاروں کا طلوع، موسموں کا ردّوبدل، سمندر میں کشتی کا چلنا اور پھر طوفان میں پھنسنا اور بچنا۔ اس کے علاوہ بعض روز مرہ استعمال کی اشیاء پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ سوچو اور بتاؤ کہ اسے پیدا کرنے والا کون ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں شروع سے آخر تک کوئی ایسی آیت نہیں ملے گی جس کا تعلق انسان کی ہدایت سے ہو اور عام آدمی کی عقل سے بالاتر ہو۔ نزول قرآن کے وقت کفار مکہ نے بے شمار اعتراضات کیے لیکن یہ اعتراض کبھی نہ کر سکے کہ یہ کتاب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے یا اسے تو صرف ہمارے خاص پڑھے لکھے لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ قرآن مجید کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد بالکل برحق اور سچ ہے۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر موسیٰؑ تشریف لے آئیں اور تم لوگ میرے بجائے ان کی اتباع شروع کر دو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے۔'' (دارمی)

اس لیے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ یہ عمل شریعت ہے یا بدعت۔ ہم اسلام کی سچائی سے اتنے دور ہو گئے ہیں جو عمل ہمیں بظاہر نیک نظر آتا ہے ہم آنکھ بند کر کے اسے قبول کر لیتے ہیں اور بغیر آگاہی کے خود بھی کرتے ہیں اور آنے والی نسل کے لیے آگے بھیجتے ہیں۔ جبکہ آج ایک عام مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کے حکم پر فرمانبر داری کے اعتبار سے پورا نہیں اتر سکتا۔ اگر ہم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی فرمانبر داری میں گزاریں تو بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ (النساء)

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی فرمانبر داری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ ہی بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔''

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُواْ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

(الاحزاب)

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہؐ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔"

پھر کیوں ہم دین میں ناحق زیادتی کریں؟

قُلْ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ لَا تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوٓاْ أَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيرًا وَضَلُّواْ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ ﴿٧٧﴾ (المائدہ)

"کہہ دیجئے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔"

رسولؐ اللہ کی سنت پر عمل کرنے کے بجائے اپنی مرضی سے زیادہ عمل کرکے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خواہش پر آپؐ نے اظہارِ ناراضگی فرمائی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین صحابی ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں حاضر ہوئے اور نبی اکرمؐ کی عبادت کے بارے میں سوال کیا۔ جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپؐ کی عبادت کو کم سمجھا اور آپس میں کہا کہ نبی کریمؐ کے مقابلے میں ہمارا کیا مقام ہے، ان کی تو اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کردی گئی ہیں (لہٰذا ہمیں آپؐ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے)۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا (آرام نہیں کروں گا)۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ جب رسول اللہؐ تشریف لائے تو آپؐ نے بلا کر ان سے پوچھا: کیا تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے؟ (ان کے اقرار پر) آپؐ نے ارشاد فرمایا: "خبردار! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں اور رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ (یاد رکھو) جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔" (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ جب صحابہ کرامؓ کو کسی بات کا حکم فرماتے تو انہی کاموں کا حکم دیتے جنہیں وہ کرسکتے تھے۔ صحابہ کرامؓ عرض کرتے: "ہم آپؐ کی طرح (اللہ تعالیٰ کے محبوب) تھوڑے ہی ہیں، آپؐ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کردی ہیں (لہٰذا ہمیں زیادہ عبادت کرنے دیجئے)۔ یہ سن کر آپؐ غصہ ہوئے جس کے آثار آپؐ کے

چہرہ مبارک پر ظاہر ہوے، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "بے شک میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔" (بخاری)

اس لیے ہمیں سنت رسول اللہؐ کے بجائے اپنی مرضی سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خواہش کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی ناراضگی نہیں مول لینی چاہیے، کیونکہ رسول اللہؐ سے زیادہ متقی کوئی نہیں بن سکتا۔ سنت کا علم رکھنے کے بعد اس پر عمل نہ کر کے نافرمانی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ صحابہ کرامؓ فیصلہ کرتے وقت اپنی رائے پر عمل کرنے سے پہلے ہمیشہ رسول اللہؐ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور اگر وہ نادانستہ طور پر رائے دے دیتے اور بعد میں معلوم ہو تا کہ حضور اکرمؐ نے ہماری رائے کے برعکس فرمایا ہے تو وہ اپنی رائے واپس لے لیتے تھے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ (الاحزاب)

"اور (دیکھو!) کسی مؤمن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو نافرمانی کرے گا وہ صریحاً گمراہی میں پڑے گا۔"

سنت (حدیث) کے بغیر قرآن مجید سے تمام شرعی مسائل معلوم کرنا ممکن نہیں، سنت میں بیان کیے گئے احکامات، قرآن مجید کے احکامات کی طرح واجب الاتباع ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: "لوگو یاد رکھو! قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ خبر دار! ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو گا اور کہے گا: لوگو! تمہارے لیے یہ قرآن ہی کافی ہے اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے۔ حالانکہ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ سنو! گھریلو گدھا بھی تمہارے لیے حلال نہیں نہ ہی وہ درندے جن کی کچلیاں ہیں (یعنی نوکیلے دانت جن سے وہ شکار کرتے ہیں) نہ ہی کسی زمین کی گری پڑی چیز کسی کے لیے حلال ہے۔ ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر جائز ہے۔" (ابو داؤد)

نبی اکرمؐ نے فرمایا: "لوگو! میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اس کے پاس میرے ان احکامات میں سے جن کا میں نے حکم دیا یا ان سے منع کیا ہے، کوئی حکم آئے اور وہ یوں کہے میں تو (آپؐ کے اس حکم کو) نہیں جانتا، ہم نے جو کتابُ اللہ میں پایا اسی پر عمل کر لیا (یعنی ہمارے لیے وہی کافی ہے)۔" (ابو داؤد)

رسولؐ اللہ کی سنت نظر انداز کرنے سے بعض شرعی احکام ناممکن اور غیر واضح رہتے ہیں، مکمل دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت کی پیروی اور اتباع بھی ضروری ہے۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "دیانت داری آسمان سے لوگوں کے دل میں اترتی ہے، یعنی فطرت میں شامل ہے اور قرآن بھی (آسمان سے) نازل ہوا ہے جسے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعہ سمجھا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾ (النور)

"کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول اللہؐ کی اطاعت کرو اور پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول اللہؐ کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو، سنو! رسولؐ کے ذمے تو صرف صاف طور پر (احکام) پہنچا دینا ہے۔"

ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور ہم اس کے بندے ہیں اور جو کام ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کرتے ہیں اور پھر جو شخص رسولؐ اللہ کی راہ نہ چلے بلکہ اپنی طرف سے نئی نئی راہیں نکالے پھر دعویٰ کرے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾

(آل عمران)

"کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ (القمر)

"اور بے شک ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟"

قرآن مجید میں بعض مقامات واقعی عام انسانوں کے مطابق مشکل اور تشریح طلب ہیں لیکن کسی کتاب میں مشکل مقامات آنے کی وجہ سے اس کتاب کو سرے سے سمجھنے کی نیت سے ہاتھ ہی نہ لگایا جانے کا طرز عمل کیا معقول ہو سکتا ہے؟ مثال کے طور پر کسی طالب علم کو فزکس، کیمسٹری کے بعض فارمولے سمجھ میں نہ آئیں تو کیا اسے فزکس، کیمسٹری پڑھنا چھوڑ دینا چاہیے یا کسی بھی مضمون میں مشکلات ہوں تو اسے چھوڑ دینا چاہیے یا کسی استاد کی مدد لینی چاہیے۔ اسی طرح اگر قرآن مجید کی کوئی ایک آیت یا حکم سمجھ میں نہ آئے تو اسے کسی عالم دین سے سمجھ لینا چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ (الانبیاء)

"(اے انسانو!) علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور مزاج میں یہ بات رکھی ہے کہ جس چیز کی وہ قدر و قیمت جانتا ہے اس کے حصول کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے چاہے وہ کتنی ہی مشکل کیوں نہ ہو، چاہے وہ ان پڑھ کاشتکار ہی کیوں نہ ہو، وہ دن رات کھیتوں میں کام کرتا ہے، وہ شدید سردی کی رات ہو یا گرمی کی چلچلاتی دھوپ طالب علم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم کی ڈگری کی کیا قدر و قیمت ہے اس لیے ہر ذہین طالب علم کامیابی کے لیے اپنی کوشش جاری رکھتا ہے۔اسی طرح ہر انسان اپنی دنیاوی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے کئی مشکلات کے باوجود محنت کرتا نظر آتا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے کہ قرآن مجید ایک مشکل کتاب ہے اور اس کی صرف تلاوت ہی کرنی چاہیے اگر اس کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا تو یہ محض شیطان کا فریب ہے۔

مکمل طور پر تو اس کتاب کو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جان سکتے ہیں، کیونکہ اس میں کچھ متشابہات ہیں جو ایک راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ہی معلوم ہوں گے اور اس کے علاوہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کے خاص چنے ہوئے بندے اور صحیح علم رکھنے والے علماء ہی جان سکتے ہیں مگر قرآن مجید ہم سب کے لیے ہے اور تذکیر کے لحاظ سے کم از کم سب اتنا تو جان سکتے ہیں کہ اپنے معاملات درست کر سکیں، یعنی عمل کے لحاظ سے آسان ہے اور تدبر کے لحاظ سے گہری سوچ، غور و فکر کے لحاظ سے بے حد وسیع ہے۔

ہم پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں۔ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے:

1۔اس پر یقین کرنا۔

2۔اسے پڑھنا، تلاوت کرنا۔

3۔اسے سمجھنا۔

4۔اس پر عمل کرنا۔

5۔اسے دوسروں تک پہنچانا۔

ہمیں توبہ اور عمل صالح کا اہتمام کرنا چاہیے اور سیدھی راہ اختیار کر کے اللہ کے آگے جھک جانا چاہیے۔

توحید

توحید اسلام کا پہلا عقیدہ اور بنیادی ستون ہے جس کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یعنی لا الہ الا اللہ (سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔ قرآن شریف میں توحید کا نظریہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ﴿٤﴾ (الاخلاص)

"کہو! وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔"

قیامت کے روز انسان کی نجات کا انحصار دو باتوں پر ہو گا:

1۔ ایمان

ایمان سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان، فرشتوں، کتابوں، رسالت، (اچھی یا بری) تقدیر اور آخرت پر ایمان لانا۔ حدیث میں ایمان کے 3 درجات بتائے گئے ہیں:

1۔ دل میں یقین ہونا

2۔ زبان سے اقرار کرنا

3۔ عمل سے تصدیق کرنا

یہ تینوں لازم و ملزم ہیں۔

رسول اللہؐ کا ارشاد مبارک ہے:

"ایمان کی 70 سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ ہے۔" (صحیح بخاری)

یعنی ایمان کی بنیاد کلمہ توحید ہے۔

2۔ عمل صالح

اعمال صالحہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو قرآن اور رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق ہوں۔ بلاشبہ آخرت کی نجات کے لیے اعمال صالحہ بہت اہمیت رکھتے ہیں لیکن عقیدہ توحید اور اعمال صالح میں سے عقیدہ توحید کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ قیامت کے روز عقیدہ توحید کی موجودگی میں اعمال کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی معافی تو ہو سکتی ہے لیکن عقیدے میں بگاڑ (کافرانہ، مشرکانہ، یا توحید میں شرک کی آمیزش) کی صورت میں بڑے بڑے صالح اعمال بھی بے کار ثابت ہوں گے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ ٱلْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ ٱفْتَدَىٰ بِهِۦٓ ۗ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٩١﴾ (آل عمران)

”جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں مرے ان میں سے کوئی اگر (اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے) روئے زمین بھر کر بھی سونا فدیہ میں دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“

توحید کی اقسام

توحید کی تین اقسام ہیں:

1۔ توحید ذات

2۔ توحید عبادت

3۔ توحید صفات

توحید ذات توحید ذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا، بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔

توحید عبادت توحید عبادت یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ کے لیے خاص کیا جائے اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔

توحید صفات توحید صفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات میں جو کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں یکتا، بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس قدر بے حد و حساب ہیں کہ انسان کے لیے ان کا شمار کرنا تو کیا ان کو تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُل لَّوْ كَانَ ٱلْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّى لَنَفِدَ ٱلْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّى وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِۦ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ (الکھف)

”اے نبی! کہو اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے روشنائی بن جائیں تو وہ ختم ہو جائیں لیکن میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے بلکہ اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔“

وَلَوْ أَنَّمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَٰمٌ وَٱلْبَحْرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ (لقمان)

”زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائیں جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔“

عقیدہ توحید انسان کی فطرت اور جبلت کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ (الروم)

"پس یکسو ہو کر اپنا رخ اسلام کی سمت میں جمادو اور قائم ہو جاؤ اس فطرت توحید پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا۔"

عقیدہ توحید اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا عقیدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسول علیہم السلام کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا ہے اس عقیدہ کی تعلیمات روز اول سے ایک ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود توحید کی گواہی دیتا ہے:

شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِٱلْقِسْطِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ (آل عمران)

"اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور سارے فرشتے (گواہ ہیں) اور اہل علم بھی (اس پر گواہ ہیں)۔ وہ عدل و قسط کا قائم کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زبردست ہے۔ کمال حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ، فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (یہی شہادت دیتے ہیں) واقعی اس زبردست اور حکیم کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے۔

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ (البقرہ)

"لوگو! تمہارا الٰہ تو بس ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

وَلَا تَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ ۘ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُۥ ۚ لَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾ (القصص)

"اللہ کے سوا کسی دوسرے کو الٰہ نہ پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے فرمانروائی اسی کے لیے ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔"

لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ ءَابَآئِكُمُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾ (الدخان)

"اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہی زندگی عطا کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے آباء و اجداد جو گزر چکے ہیں، ان کا بھی رب ہے۔"

توحید پر ایمان رکھنے والا شخص اپنی نظریاتی اور عملی زندگی میں کبھی تضاد اور شکوک و شبہات کا شکار نہیں ہوتا، اس کے دل و دماغ کبھی بے یقینی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوتے۔ اور زندگی کے مختلف حالات کے باوجود وہ اپنے اندر سکون اور یقین کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ توحید کی برکات اور ثمرات اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ دنیا میں

خیر، بھلائی اور نیکی کے تمام معاملات توحید سے نکلتے ہیں۔ عقیدہ توحید بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور نعمت ہے جس سے فیض یاب ہونے والے لوگ ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہیں اور محروم رہنے والے ناکام اور نامراد۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری ہوں، شاخیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوں اور جو مسلسل بہترین پھل پھول دیے چلا جا رہا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ (ابراہیم)

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ) کی مثال کس طرح بیان فرمائی۔ مثل ایک پاکیزہ درخت کے، جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے۔"

کیا اللہ تعالیٰ کی کھلی تعلیمات اور احسانات کے باوجود ہم صرف ایک اللہ کے ہو کر نہیں رہ سکتے جبکہ اللہ کا حکم ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿٣﴾ (الاحزاب)

"اللہ پر توکل کرو، اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔"

أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ ۖ ﴿٣٦﴾ (الزمر)

"(اے نبیؐ) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔"

شرک

شرک کا معنی ہے: شریک کرنا اور شرک کرنے والوں کو مُشرک کہا جاتا ہے۔ ایک مشرک خدا کے وجود کو کسی نہ کسی طرح مانتا ہے لیکن پھر خدا کے ساتھ کسی کو شریک کر کے یا اللہ تعالیٰ کی صفت کے ساتھ کسی غیر اللہ کی صفت کو ملا کے شرک کر لیتا ہے۔ ہر زمانے میں مشرک اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے رہے، حتیٰ کہ اسے معبود اعلیٰ اور رب اکبر (Great God) تسلیم کرتے رہے اور جو کچھ اس کائنات میں ہے ان سب کا خالق و مالک اور رازق اسے ہی سمجھتے رہے۔ جیسا کہ سورۃ یونس کی درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۳۱ (یونس)

"ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے، کون اس نظام عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ!"

سورۃ العنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِى ٱلْفُلْكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۶۵ (العنکبوت)

"جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک شرک کرنے لگتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کبیرہ گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ۱۱۶ (النساء)

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے۔ ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔"

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۱۳ (لقمان)

"بیٹا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سے گناہ کبیرہ ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔" (صحیح البخاری)

اقسام شرک

شرک دو قسم کے ہیں:

1۔ شرک کبیرہ

2۔ شرک صغیرہ

1۔ کبیرہ شرک میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی مخلوق یا چیز ہو، جیسے آسمان، سورج، چاند، ستارے، پیڑ، پودے، پانی آگ یا جانور وغیرہ یا انسان کی اپنی بنائی ہوئی چیز، جیسے بت وغیرہ اور ہر غیر اللہ کو پکارنا، فوت شدگان یا زندہ غیر موجودہ (غیر حاضر) سے دعا کرنا یا مدد مانگنا سب شامل ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـًٔا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٍۖ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ﴿٢١﴾ (النحل)

"اور یہ (مشرک) اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور انہیں کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔"

کچھ لوگ اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کے ساتھ فرشتوں، ستاروں، قبروں، دریاؤں اور بزرگوں سے نفع و نقصان طلب کرتے ہیں۔

لَا تَسۡجُدُواْ لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَٱسۡجُدُواْۤ لِلَّهِ ٱلَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمۡ إِيَّاهُ تَعۡبُدُونَ ﴿٣٧﴾ (حٰمٓ السجدۃ)

"سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر واقعی اللہ کی عبادت کرنے والے ہو۔"

مشرکین ملائکہ اور انبیاء کو اللہ کے بیٹے بیٹیاں قرار دے کر انہیں خدا سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے اس باطل عقیدہ کی تردید قرآن مجید میں اس طرح فرمائی ہے:

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۖ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ ﴿٣٠﴾ (التوبہ)

"یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا اللہ کی مار ان پر کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔"

أَمْ لَهُ ٱلْبَنَٰتُ وَلَكُمُ ٱلْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ (الطور)

"کیا اللہ کی سب لڑکیاں اور تمہارے لڑکے ہیں؟"

أَلَكُمُ ٱلذَّكَرُ وَلَهُ ٱلْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰٓ ﴿٢٢﴾ (النجم)

"کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہے؟ یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔"

قَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَٰنَهُۥ ۖ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ۖ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَٰنٍۭ بِهَٰذَآ ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ (یونس)

"وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اس کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔"

بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بلند و برتر تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اولیاء کرام اور بزرگوں کا وسیلہ یا واسطہ پکڑنا ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس طرح دنیا میں کسی افسر اعلیٰ تک درخواست پہنچانے کے لیے مختلف سفارشوں کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی حاجت پیش کرنے کے لیے وسیلہ پکڑنا ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ ﴿٣﴾ (الزمر)

"وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اولیاء (دوست) بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کے نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔"

وہ لوگ جو نجومی، جوتشی وغیرہ اور اس طرح کے کام کرنے والے لوگوں کی چالاکیوں کو مان کر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک ہے۔ غیب کی خبر دینے والے دست شناس اور کاہن کی بات ماننا صحیح نہیں ہے۔

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ ﴿٦٥﴾ (النمل)

"کہہ دیجئے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔"

عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ﴿٢٧﴾ (الجن)

"(وہی) غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے اس نے پسند کر لیا ہو۔"

نبی کریمؐ نے فرمایا: "جو شخص کاہن (آئندہ کی چیزیں بتانے والا) یا دست شناسی (ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ کر مستقبل بتلانے کا دعویدار) کے پاس آیا اور ان کی باتوں پر یقین کیا اس نے گویا نبی کریمؐ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔" شفاء کے لیے دھاگا، کڑا، چھلہ، کپڑا وغیرہ باندھنا غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ ﴿١٧﴾ (الانعام)

"اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے۔"

نبی کریمؐ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں پیتل کا کڑا یا چھلہ دیکھا تو فرمایا: "تجھ پر افسوس یہ تو نے کیا پہن رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے واہنہ (ایک مرض) کی وجہ سے پہنا ہے تو آپؐ نے فرمایا: خبر دار اس سے تیری بیماری میں مزید اضافہ ہوگا اسے اتار دو، کیونکہ (اس حالت میں) موت آگئی تو کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔" (مسند احمد)

گھونگے، کوڑیاں اور دیگر تعویذات کے بارے میں ہے کہ انہیں شفا یا نظر بد وغیرہ کے لیے لٹکانا جائز نہیں۔ نبی کریمؐ نے تعویذ گنڈے کے بارے میں فرمایا: "جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔" (مسند احمد)

شرک کرنے والوں میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو رسالت اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے مثلاً رسول اللہؐ کے زمانے میں قریش مکہ کے مشرک یا ہمارے زمانے میں ہندو مت کے پیروکار وغیرہ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ، رسالت اور آخرت پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کرتے ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی گواہی قرآن مجید نے دی:

ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ ﴿٨٢﴾ (الانعام)

"جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے۔"

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِٱللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ (یوسف)

"ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک میری امت کے چند قبائل مشرکین کے ساتھ مل جائیں اور وہ بتوں کی پرستش نہ شروع کر دیں۔"

جبکہ ہم ہر نماز میں قرآن کی یہ دعا پڑھتے ہیں:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾ (الفاتحہ)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔"

اس لیے شرک سے بچتے رہنا چاہیے اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ جب ہم اللہ کو پکارتے ہیں تو وہ ضرور سنتا ہے اور وہی مدد کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ ﴿١٨٦﴾ (البقرہ)

"اے نبیؐ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اسے اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔"

کبیرہ شرک بہت بڑا گناہ ہے جسے اللہ نے ظلم بھی کہا ہے، کیونکہ انسان شرک کر کے اپنے آپ سے بڑا ظلم کرتا ہے اور اللہ سے ناراضگی حاصل کر کے جنت حرام کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ (المائدہ)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔"

مشرک کی وفات کے بعد اس کے لیے کوئی مؤمن دعائے بخشش کرے گا تو اللہ اس کی دعا بالکل قبول نہیں فرمائے گا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسْتَغْفِرُواْ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ (التوبہ)

"نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے واسطے بخشش مانگیں حالانکہ چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو گیا ان کا دوزخی ہونا۔"

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جو شخص اس حال میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے (یعنی فوت ہو) کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔" (صحیح مسلم)

صغیرہ شرک: صغیرہ شرک ریاکاری اور نمائش کا نام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَن كَانَ يَرْجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾ (الکھف)

"پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ ڈر 'شرک اصغر' کا ہے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دکھاوا (ریاکاری)۔" (مسند احمد)

نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (احمد)

یہ بھی شرک اصغر ہے کہ آدمی یوں کہے اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا یا جیسے اللہ اور آپ کی مرضی ہو گی۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "یوں نہ کہو کہ جو اللہ تعالیٰ اور فلاں چاہے (وہی ہو گا) بلکہ اس طرح کہو (وہی ہو گا) جو اللہ کو منظور ہو گا پھر جو فلاں چاہے۔" (سنن ابی داوٗد)

نبیؐ نے فرمایا: "جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔" (جامع ترمذی)

نبی کریمؐ نے فرمایا: "جسے قسم اٹھانا ہو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔" (صحیح بخاری)

شرک انسان کو بے شمار خیالی اور وہمی قوتوں کے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس خوف کے نتیجے میں انسان اخلاقی اور مذہبی پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے۔ شرک کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے انسان کی ذات اور گرد و پیش میں موجود ہزاروں نہیں کروڑوں ایسی واضح نشانیاں اور دلائل موجود ہیں جو شرک کی تردید کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرک کی نظریاتی اور عملی زندگی میں مشرق و مغرب کا تضاد پایا جاتا ہے، اس کی روح ہمیشہ اضطراب اور دل و دماغ انتشار کا شکار رہتے ہیں وہ مسلسل شکوک و شبہات، بے یقین اور ٹوٹ پھوٹ کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے، کیونکہ شرک شیطان کا بنایا ہوا عقیدہ ہے جسے وہ مختلف زمانوں، مختلف علاقوں اور مختلف اقوام کے لیے الگ الگ فلسفوں کے ساتھ واضح کر کے اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتا رہتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ شرک کی مثال ایک ایسے خبیث درخت کے ساتھ دی ہے جس کی جڑیں ہیں نہ جسے استحکام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ٱجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ ٱلْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ۝٢٦ (ابراہیم)

"کلمہ خبیثہ (ناپاک بات، کفر، شرک) کی مثال ایک ایسے بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی بالائی سطح سے ہی اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اور اس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے۔"

مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ ٱلْعَنكَبُوتِ ٱتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ ٱلْبُيُوتِ لَبَيْتُ ٱلْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ۝٤١ (العنکبوت)

"جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔ کاش وہ جان لیتے۔"

قرآن مجید کی اصطلاح من دون اللہ سے کیا مراد ہے؟

مشرکین میں پائے جانے والے مختلف عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں خدا موجود ہے یا کائنات کی مختلف اشیاء دراصل خدا کی قوت اور طاقت کے مختلف روپ اور مظاہر ہیں۔ اس عقیدہ کو سب سے زیادہ پذیرائی

مشرکین کے قدیم تر مذہب ''ہندومت'' میں حاصل ہوئی جن کے یہاں سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی، ہوا، سانپ، بندر، اینٹ، پتھر، پودے اور درخت گویا ہر چیز خدا کا روپ ہے، جو پوجا اور پرستش کے قابل ہے۔ اس عقیدے کے تحت مشرکین اپنے ہاتھوں سے خیالی خوبصورت مجسمے اور بت تراشتے ہیں، پھر ان کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں اور انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں۔ بعض مشرک پتھروں کو بغیر تراشے اور کوئی شکل دیے اصلی شکل میں اسے نہلا دھلا کر پھول وغیرہ پہنا کر اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اس سے دعائیں فریادیں کرنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے تمام تراشیدہ یا غیر تراشیدہ بت، مجسمے، مورتیاں اور پتھر وغیرہ قرآن مجید کی اصطلاح میں ''من دون اللہ'' کہلاتے ہیں۔

مشرکین میں بت پرستی کی وجہ ایک دوسرا عقیدہ بھی تھا جس کا تذکرہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ نے سورۃ نوح آیت:23 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ایک صالح اور ولی اللہ مسلمان فوت ہوا تو اس کے عقیدت مند، رونے اور پیٹنے لگے۔ صدمہ سے نڈھال اس کی قبر پر آکر بیٹھ گئے۔ ابلیس ان کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہا کہ اس بزرگ کے نام کی یادگار کیوں قائم نہیں کرتے تاکہ ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے بھولنے نہ پاؤ۔ اس نیک اور صالح بندے کے عقیدت مندوں نے یہ تجویز پسند کی تو ابلیس نے خود ہی اس بزرگ کی تصویر بنا کر انہیں مہیا کر دی۔ جسے دیکھ کر وہ لوگ اپنے بزرگ کی یاد تازہ کرتے رہے اور اس کی عبادت اور زُہد کے قصے آپس میں بیان کرتے رہتے۔ اس کے بعد دوبارہ ابلیس ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ سب حضرات کو تکلیف کر کے یہاں آنا پڑتا ہے، کیا میں تم سب کو الگ الگ تصویریں نہ بنادوں تاکہ تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں انہیں رکھ لو؟ عقیدت مندوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابلیس نے انہیں اس بزرگ کی تصویریں الگ الگ مہیا کر دیں جو انہوں نے اپنے پاس محفوظ رکھ لیں۔ اس طرح ان کی دوسری نسل نے آہستہ آہستہ ان تصویروں اور بتوں کی پوجا اور پرستش شروع کر دی۔ اس بزرگ کا نام 'وُد' تھا اور یہ ہی پہلا بت تھا جس کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا اور پرستش کی گئی۔ قومِ نوح 'ود' کے علاوہ دیگر جن بتوں کی پوجا کرتی تھی ان کا نام سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے، یہ سب کے سب اپنی قوم کے صالح اور نیک لوگ تھے۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں بعض مشرک پتھروں کے خیالی بت اور مجسمے بنا کر انہیں اپنا معبود بنا لیتے تھے، وہاں بعض مشرک اپنی قوم کے بزرگوں اور ولیوں کے مجسمے اور بت بنا کر انہیں بھی اپنا معبود بنا لیتے تھے۔ ہندو لوگ 'رام' اس کی ماں 'کوشلیا' اس کی بیوی 'سیتا' اور اس کے بھائی 'لکشمن' کے بت تراشتے ہیں۔ 'شیوجی' کے ساتھ اس کی بیوی 'پاروتی' اور اس کے بیٹے 'گنیش' کے بت اور مجسمے بناتے ہیں۔ 'کرشنا' کے ساتھ اس کی ماں 'یشودھا' اور اس کی بیوی 'رادھا' کے بت اور مورتیاں بنائی جاتی ہیں۔

اسی طرح بدھ مت کے پیرو 'گوتم بدھ' کا مجسمہ اور مورت بناتے ہیں۔ جین مت کے پیروکار سوامی مہاویر کا بت تراشتے اور اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کرتے ہیں۔

تاریخ کے یہ سارے نام فرضی نہیں بلکہ حقیقی کردار ہیں جن کے بت تراشے جاتے ہیں ایسے تمام بزرگ اور ان کے بت بھی قرآن مجید کی اصطلاح میں ''من دون اللہ''میں شامل ہیں۔

بعض مشرک لوگ اپنے ولیوں اور بزرگوں کے بت یا مجسمے تراشنے کے بجائے ان کی قبروں اور مزاروں کے ساتھ بتوں جیسا معاملہ کرتے تھے، مشرکین مکہ قوم نوح کے بتوں، وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے علاوہ دوسرے جن بتوں کی پوجا اور پرستش کرتے تھے ان میں لات، منات، عزیٰ، اور ہبل زیادہ مشہور تھے۔ ان میں لات کے بارے میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ نے قرآن مجید کی آیت:

أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ (النجم)

''کبھی تم نے لات اور عزیٰ کی حقیقت پر بھی غور کیا ہے؟''

کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ لات ایک نیک شخص تھا جو موسم حج میں حاجیوں کو ستوں گھول کر پلایا کرتا تھا، اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے۔ ایسے بزرگ اور اولیاء کرام جن کی قبروں کے ساتھ بتوں جیسا معاملہ کیا جائے، ان پر مجاورت کی جائے، ان کے نام کی نذر و نیاز دی جائے، ان سے حاجتیں اور مرادیں طلب کی جائیں، وہ بھی ''من دون اللہ''میں اسی طرح شامل ہیں جیسے بت شامل ہیں جن کی پوجا اور پرستش کی جاتی ہے۔

حاصل بحث یہ کہ کتاب و سنت کی رو سے ''من دون اللہ'' سے مراد مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں:

1۔ وہ تمام جاندار یا غیر جاندار اشیاء جنہیں خدا کا روپ یا مظہر سمجھ کر ان کے سامنے مراسم عبودیت بجالائے جائیں۔

2۔ تاریخ کی وہ عظیم شخصیات جن کے تراشیدہ بتوں، مجسموں اور مورتیوں کے سامنے مراسم عبودیت بجالائے جائیں۔

3۔ اولیاء کرام اور ان کی قبریں جہاں مختلف مراسم عبودیت بجالائے جائیں۔

یوں نہ معلوم ابلیس اس دنیا میں کن کن اور کیسے دیدہ و نادیدہ طریقوں سے شرک بڑھانے میں مصروف ہے۔ کتاب و سنت کی لاعلمی کی وجہ سے شرک پھیلنے اور پھولنے کا باعث بن رہا ہے اور انسان اس خیال میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے کہ یہ اللہ کے سفارشی ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کے مددگار ہوں گے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ (یونس)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں

میں نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔"

وَٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ ءَالِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ (یٰسین)

"مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے الٰہ اس لیے بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کر سکیں۔"

سفارش کے متعلق چند قرآنی آیات

مَن ذَا ٱلَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦۚ ﴿٢٥٥﴾ (البقرہ)

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔"

لَّا يَمْلِكُونَ ٱلشَّفَٰعَةَ إِلَّا مَنِ ٱتَّخَذَ عِندَ ٱلرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ (مریم)

"وہ (فرشتے) کسی کے حق میں سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔"

قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًاۖ ﴿٤٤﴾ (الزمر)

"کہہ دیجئے سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔"

شفاعت پانے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت

وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥۚ ﴿٢٣﴾ (سبا)

"شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔"

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ (طٰہٰ)

"اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمن حکم دے اور اس کی بات کو پسند کرے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لیے ایک دعا کو محفوظ رکھا ہے وہ (سفارش) ان شاء اللہ میری امت کے اس شخص کو حاصل ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا۔" (صحیح مسلم)

قیامت کے دن سب سے پہلے رسولؐ اللہ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اس کے متعلق کئی احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم کا نام دیا ہے جبکہ غیر اللہ جنہیں مشرک پکارتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ یہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں۔

وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ (فاطر)

"جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔"

قُلِ ٱدْعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ (سبا)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمھیں گمان ہے (سب) کو پکارلو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔''

مَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ (الکھف)

''مخلوقات کا سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس باطل عقیدہ کی تردید کرتے ہوے صاف فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخْلُقُوا۟ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجْتَمَعُوا۟ لَهُۥ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ (الحج)

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، پس اسے ذرا توجہ سے سنو! یقینا (تمہارے وہ معبود) جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اس سے وہ چیز چھڑا نہیں سکتے۔ کس قدر کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی!''

سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ (القصص)

''پس اللہ تعالیٰ پاک اور بالاتر ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔''

عبادت و اطاعت صرف ایک اللہ ہی کا حق ہے نہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا جائز ہے نہ اطاعت ہی کا اس کے علاوہ کوئی حقدار ہے البتہ رسولؐ اللہ کی اطاعت کو خود اللہ نے اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے، اس لیے رسولؐ اللہ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے کسی غیر کی نہیں۔

فَٱعْبُدِ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿٢﴾ (الزمر)

''پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔''

أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ ﴿٣﴾ (الزمر)

''خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے خالص عبادت کرنا۔''

شرک کے ساتھ دوسرے نیک اعمال بے فائدہ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے متعلق فرمایا:

وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ (الانعام)

''اگر بالفرض یہ انبیاء بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔''

مشرک کے لیے کوئی مؤمن دعائے بخشش کرے گا تو اللہ اس کی دعا بالکل قبول نہیں فرمائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے واسطے بخشش مانگیں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو گیا ان کا دوزخی ہونا۔"

جیسے کہ ایک ملک کا ایک حکمران ہوتا ہے ویسے اس کائنات کا ایک ہی مالک ہے اگر دو ہوں تو کبھی بھی یہ کائنات جو ہزاروں سالوں سے چل رہی ہے ایسے نہ ہوتی۔ اس لیے سب سے پہلے توحید پر ایمان لازم ہے، یعنی نہ کوئی خدا کا شریک ہے اور نہ خدا کی اولاد ہے۔ اگر آسمان زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے پس ارشاد ہوتا ہے:

فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ (الانبیاء)

"اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔"

مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٩١﴾ (المؤمنون)

"نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنے مخلوق کو لیے لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک اور بے نیاز ہے۔"

ان آیات سے صاف اور واضح ہو گیا ہے کہ مشرک جو شرک کرتے ہیں وہ دراصل اپنے باپ دادا کے سکھائے ہوئے علم پر چلتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری یہ تو اپنی خواہشوں کے پیچھے ہیں۔

إِنْ هِىَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٢٣﴾ (النجم)

"دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے ان کے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔"

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ (یونس)

"اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں یقیناً گمان حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے۔"

قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ كَٱلَّذِى ٱسْتَهْوَتْهُ ٱلشَّيَٰطِينُ فِى ٱلْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُۥٓ أَصْحَٰبٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى ٱلْهُدَى ٱئْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ (الانعام)

"آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ نہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے اور ہم الٹے پھر جائیں اس کے بعد کے ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی؟ جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطان نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو ااس کے کچھ ساتھی بھی ہوں کہ وہ اس کو ٹھیک راستے کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے پورے مطیع ہو جائیں۔"

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ جو شرک وکفر کے اندھیروں میں ہو اور کوئی اللہ والا اس کو سیدھی راہ دکھائے لیکن وہ پھر بھی اپنی دھن میں بضد ہو۔ مشرکوں کی مثال ایسی ہی ہے کہ گویا کوئی کسی کمرے گھر یا جگہ میں بے حد اندھیرے میں ہو سب ضرورت کی چیزیں اس کے پاس ہوں لیکن اس اندھیرے کی وجہ سے وہ کچھ حاصل نہ کر سکے۔ بس گمان میں چلے جارہے ہوں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـًٔا وَلَا يَهۡتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ (البقرہ)

"جب ان (مشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ احکام اللہ (قرآن پاک) نے نازل کیے ہیں ان کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں نہیں، ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا خواہ ان کے پاس باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو۔"

جہالت ایک اندھیرا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت نور (روشنی) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمۡ لَهَا وَٰرِدُونَ ﴿٩٨﴾ لَوۡ كَانَ هَٰٓؤُلَآءِ ءَالِهَةً مَّا وَرَدُوهَاۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٩٩﴾ (الانبیاء)

"اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔ اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے اور سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

فرقہ

اسلام سلامتی اور یکجہتی کا نام ہے۔ اسلام کا لفظ سلامتی سے نکلا ہے جس کا معنی اطاعت کرنا، فرمانبرداری کرنا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کیا وہ سلامتی میں داخل ہوا وہ امن میں رہا۔ مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے اور قرآن مجید، حضرت محمدؐ کی زندگی اور صحیح احادیث سے رہنمائی حاصل کرے۔ جو اللہ کی فرمانبرداری کا دعویٰ کرے اور سیدھی راہ کا خواہاں ہو وہ اس آیت پر مضبوطی سے عمل کرے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ (آل عمران)

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقے میں مت پڑو۔"

اللہ تعالیٰ کی رسی قرآن مجید ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے اور جو ہدایت دے کر سیدھی راہ دکھاتی ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: "قرآن مجید کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا اہل ایمان کے ہاتھ میں ہے جو اسے تھامے رکھیں گے نہ (دنیا میں) گمراہ ہوں گے نہ (آخرت میں) ہلاک ہوں گے۔" (طبرانی)

اگر ہم دنیا میں غرق ہو کر، قرآن اور حدیث سے بالکل لاپرواہی برت کر، اپنے من مانے عقیدے گڑھ کر زندگی گزاریں گے تو ہم میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے اور ہمارا راستہ ایک نہ رہے گا بلکہ کئی راستوں میں بٹ جائے گا اور مسلمان کمزور پڑ جائیں گے۔ جیسے آج کے دور میں ہو گئے ہیں، کیونکہ ہم فرقہ واریت میں بٹے ہوئے ہیں اور یہی افعال پہلی اُمتوں کے تھے، جو صاف صاف حکم پہنچنے کے باوجود آپس میں اختلافات کر کے بہت سے فرقے ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہودی اور نصاریٰ بَہتر فرقے ہو گئے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کفرانہ طریقے پر چلنے سے سختی سے منع کیا ہے اور اس کی نافرمانی کی سزا بھی بتائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ﴿١٠٥﴾ يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٞ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٞۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسۡوَدَّتۡ وُجُوهُهُمۡ أَكَفَرۡتُم بَعۡدَ إِيمَٰنِكُمۡ فَذُوقُواْ ٱلۡعَذَابَ بِمَا كُنتُمۡ تَكۡفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱبۡيَضَّتۡ وُجُوهُهُمۡ فَفِي رَحۡمَةِ ٱللَّهِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿١٠٧﴾

(آل عمران)

"(اے ایمان والو!) تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں (احکام) آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا انہیں لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے (یہ عذاب اس دن ہو گا) جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ، سیاہ چہروں والوں (سے کہا جائے گا) کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ اب اپنے کُفر کا عذاب چکھو اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

اس لاپرواہی کی وجہ سے آج مسلمان ایک طاقت نہیں رہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ مسلمانوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ مسلمان فرقہ واریت کی وجہ سے اپنے مذہب اور ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہیں اور اپنے فرقے سے نئے نئے عقیدے اختیار کیے ہوئے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾ (الروم)

"ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے اور ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے (غلط عقیدہ اپنائے ہوئے)۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ لوگ گروہ گروہ ہو کر نئی نئی رسومات ایجاد کرتے ہیں جو یا تو دین کا حصہ نہیں ہوتیں یا پھر نبیؐ کے ایک کام کو کرنے کے مختلف انداز میں سے ایک ہوتی ہے اور ہر فرقہ خوش ہوتا رہتا ہے کہ ہماری ہی راہ صحیح ہے جس سے ان میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور ان میں اتحاد نہیں رہتا۔ جبکہ اللہ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ ایک ملت اور دین اختیار کرو۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنے مذہب میں رائج طریقے، رسوم، عادات کو اچھا جان کر اس پر خاطر جمع نہ کرے اور بے فکر ہو کر نہ بیٹھا رہے بلکہ حق بات کی تلاش کرے اور اپنے طریقے رسوم کا قرآن اور حدیث سے موازنہ کرے جو اس کے موافق ہو وہ اختیار کرے اور جو اس کے مخالف ہو وہ ترک کرے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اسی وجہ سے گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم آج بھی اپنے بزرگوں کے طریقوں پر چلے جا رہے ہیں بغیر چھان بین کیے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم کیا ہے؟ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ تفرقہ کی وجہ سے مسلمان ٹولوں میں منتقل ہو گئے ہیں اور آپس میں نااتفاقی اور اختلافات کی وجہ سے کمزور پڑ گئے ہیں اور اس لیے ساری دنیا میں خوار اور شرمندگی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍۚ إِنَّمَآ أَمۡرُهُمۡ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ (الانعام)

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جُدا جُدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دے گا۔"

اللہ کا واضح حکم اور روشن دلیل آجانے کے بعد فرقے کی کوئی گنجائش نہیں مگر افسوس کہ اس اُمت کے مسلمانوں نے ٹھیک یہی روش اختیار کی اور حق کو جانتے بوجھتے وہ اپنی فرقہ بندیوں میں جمے ہوئے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات و تفرقہ کی وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حق کا پتہ نہ تھا یا اس کے دلائل سے بے خبر تھے بلکہ سب جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اوور نفسانی خواہشات کے لیے اختلاف و تفرقہ کی راہ پکڑی تھی اور اس پر جمے ہوئے تھے۔

اسلام نہیں چاہتا کہ مذہب تقسیم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے حد پیار کرتا ہے اور ان کے لیے آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں چاہتا۔ مگر مختلف رسومات، عبادات اور عقائد کی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر گروہ اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے گروہ کو غلط تصور کرتا ہے اور یوں آپس میں بغض، نفرت، ضد اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور مسلمان ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کی جمعیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ خود تحقیق اور مطالعہ کرے اور صرف سنی سنائی باتوں اور ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی عمل نہ کرے اور بالخصوص علمائے سُو یعنی نام نہاد بے علم مولوی جو اپنی دکان چمکانے کے لیے دین کا نام استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ان کے چکروں میں آ کر دین کو نہ بانٹیں اور تفرقہ میں نہ پڑیں۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور طاقت دی ہے جس کی بدولت وہ ترقی کرتا ہے، ملک فتح کرتا ہے اور پہاڑ عبور کرتا ہے، جاں توڑ محنت کر کے کامیابی حاصل کرتا ہے لیکن سیدھی اور آسان راہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اس پر غور نہیں کرتا، بلکہ نسل در نسل جو فرقہ وارانہ عمل آرہا ہے اس پر ڈٹا ہوا ہے۔ جبکہ ہماری شناخت کسی فرقے سے نہیں بلکہ صرف مسلمان ہی ہونی چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے روزِ اول سے ہر نبی کے ذریعے دی ہے۔ اس لیے ہمیں صرف اللہ کے احکام پر عمل کر کے ایک ملت بننا چاہیے اور اپنے آپ کو صرف مسلمان کہنا چاہیے۔ قرآن میں فرمایا:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ۝٣٣ (حٰم السجدہ)

"اس سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو بھلی بات کہے اور پھر نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

فرقہ کی وجہ سے کئی راہیں نکلتی ہیں جب کے دین کا ایک ہی راستہ ہے جو سیدھا ہے۔

قُلْ يَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّى عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۝١٣٥ (الانعام)

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جُدا کر دیں گی اس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم کیا ہے تا کہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔"

ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ۚ ۝٣ (المائدہ)

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپُور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔"

بدعت

بدعت کا لغوی مطلب کوئی نئی چیز ایجاد کرنا یا بنانا جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو، شرعی اصطلاح میں بدعت کا مطلب دین میں حصول ثواب کے لیے ایسے عمل کا اضافہ کرنا جس کی بنیاد یا اصل سنت میں موجود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین مکمل عطا فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًاۚ ﴿٣﴾ (المائدہ)

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل (مکمل) کر دیا اور تم پر انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "حمد و ثناء کے بعد (یاد رکھو!) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت (نئی ایجاد شدہ چیز) گمراہی ہے ساری گمراہی آگ میں جانے والی ہے۔" (صحیح مسلم)

رسول اللہؐ نے فرمایا: "دین میں نئی چیزوں سے بچو اس لیے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔" (ابن ماجہ)

وہ رسول محترمؐ جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے، جن کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں، جن کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، جن کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جن کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، جن سے آگے بڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں، جن کے حضور اونچی آواز میں بات کرنا اپنی دنیا و آخرت برباد کرنا ہے، جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

ہم سب نے رسولؐ اللہ کا کلمہ پڑھا ہے اور آپؐ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو بس ہمارے لیے زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ اپنے پیارے نبی کریمؐ کا طریقہ زندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ (النساء)

"جس نے رسولؐ اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس نے میرے طریقہ سے منہ موڑا، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔" (بخاری و مسلم)

رسولؐ اللہ نے اپنی زندگی میں اپنی مرضی سے کوئی بات بھی نہیں کی، بلکہ جو بات بھی کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی جیسے کہ نمازوں کا طریقہ اور اوقات مقرر فرمائے جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعے آپؐ کو بتلائے تھے۔ رسولؐ اللہ کی حیات طیبہ سے ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ آجاتی آپؐ صحابہ کرامؓ کے

سوالات کے جواب نہیں دیا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ ۝٤ (النجم)

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

دین اسلام میں رسولؐ اللہ کی اطاعت اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبۡطِلُوٓاْ أَعۡمَٰلَكُمۡ ۝٣٣ (محمد)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت مت کرو۔"

رسولؐ اللہ کی اطاعت کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آپؐ کی اطاعت صرف آپؐ کی زندگی ہی تک محدود نہیں بلکہ آپؐ کی وفات کے بعد بھی قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے فرض قرار دی گئی۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةٗ لِّلنَّاسِ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ۝٢٨ (سبا)

"ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لیے (بنی نوع انسان) کے لیے بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے۔ مگر لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔"

جب کسی عبادت یا دین و دنیا کے معاملے یا رسم و عبادت کی بابت لوگوں کے درمیان آپس میں جھگڑا اٹھے ایک کہتا ہو "یوں ہونا چاہیے" اور دوسرا کہے "یوں نہیں یوں ہونا چاہیے" ایک دعویٰ کرے "میں حق پہ ہوں" دوسرا کہے "میری بات حق ہے" کوئی کہے "یہ کام یا رسم یا عادت بد (بری) ہے" کوئی کہے "نیک ہے" تو ایسے وقت میں چاہیے کہ محمدؐ کو مُنصِف بنائیں اور حَکَم ٹھہرائیں۔ پھر جو حکم رسولؐ اللہ فرمادیں، یعنی آپؐ کی حدیث سے ثابت ہو اس حکم کو خواہ اپنی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف ہو دل و جاں سے خوش ہو کر قبول کریں اور مان لیں۔ تب مسلمان کا دعویٰ سچا معلوم ہوگا اور جو شخص رسولؐ اللہ کو مُنصِف اور حَکَم نہ بنائے یا آپؐ کے حکم سے دل میں ناخوش ہو اور آپؐ کے حکم کو نہ مانے اور چوں چراں کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں (بلکہ کافر و منافق کی طرح ہے)، جو ظاہراً اپنے آپ کو رسولؐ اللہ کا امتی کہتا ہے لیکن آپؐ کے فیصلے اور حکم سے راضی نہیں ہوتا اور دل میں خفگی اور تنگی لاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجٗا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ۝٦٥ (النساء)

"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حکَم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ

إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (النساء)

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے“

انسان جب زندگی بسر کرتا ہے تو کبھی اپنے نفس کی سنتا ہے، کبھی دوست کی، کبھی خاندان کی، کبھی عالِم کی اور کبھی رسم ورواج کی، حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق عمل کریں۔

آج بھی ہندوستان اور پاکستان میں جہالت کے دور کی طرح رسم ورواج رائج ہیں بلکہ لوگ ان میں گرفتار ہیں، جیسے لڑکا پیدا ہوتے وقت ایک بکرا ذبح کرنا، فائرنگ کرنا، زچہ کی چارپائی میں تیر وغیرہ اور کلام اللہ رکھنا، چھَٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے 4 سال اور 4 مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی سی محفل کرنا، ختنہ میں بھی شادی کی سی محفل کرنا اور رسومات کرنا، محرم میں عورتوں کا زینت ترک کرنا، چارپائی پر نہ سونا، تعذیا بنانا، محرم کی محفلیں کرنا، عَلَم چڑھانا، صفر کے مہینے کا 13 واں دن نامبارک سمجھنا، ربیع الاول کو مولود محفل میلاد کی محفلیں ترتیب دینا، پھر رسولؐ اللہ کا ذکر آنے پر کھڑے ہو جانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپؐ کی روح یہاں آئی ہے، شعبان کو آتش بازی چھوڑنا، حلوہ پکانا، چراغ جلانا اور رمضان کے آخری جمعہ کو خطبہ الوداع اور کونڈے وغیرہ کرنا، کفن کے ساتھ جائے نماز اور چادر بھی ضرور بنانا، لعش کی چارپائی کو منحوس سمجھنا، کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنا، دسواں، چالیس واں، برسی، عُرس منانا، حافظوں کو قبر پر بٹھانا، قبروں پر چادریں ڈالنا وغیرہ، کچھ دنوں کو نامبارک سمجھنا اور بعض تاریخوں کو منحوس جاننا وغیرہ۔

رسولؐ اللہ کے وقت بھی تو لڑکے پیدا ہوتے تھے، عورتیں زچہ ہوتی تھیں، لڑکوں کے ختنہ بھی ہوتے تھے، بچے قرآن پڑھنا بھی شروع کرتے تھے، لوگوں کے نکاح ہوتے تھے، لوگوں کو بیماریاں ہوتی تھیں، لوگ مرتے بھی تھے، قبریں بنتی تھیں، چلہ برسی روز گزرتے تھے، محرم، صفر وغیرہ مہینے آتے تھے تو اس وقت رسولؐ اللہ کیا کرتے تھے اور کیا فرماتے تھے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کس طرح عمل کرتے تھے؟ پھر اگر ان کاموں کا برا ہونا رسول اللہؐ کے قول اور فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو چاہیے کہ مسلمان خوش ہو کر اسے قبول کریں اور ایسا ہی عمل جو آپؐ کی مرضی کے موافق ہو۔ اور جو شخص اس عمل کی برائی دریافت کر کے خفا ہو اور اس کا ترک کرنا اسے برا لگے تو صاف جان لینا چاہیے کہ وہ شخص اس آیت کے مطابق مسلمان نہیں۔

یقیناً یہ ساری خرافات اور بدعات رسول اللہؐ، صحابہ کرامؓ، تابعین بلکہ تبع تابعینؒ کے بعد رائج ہوئیں۔ رسولؐ اللہ نے نئی نئی ایجادی رسموں کے بارے میں احادیث میں نفی کی ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے اس دین میں نئی چیز نکالی اور اس کی اصل نہ ہو تو وہ چیز مردود ہے۔“ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی روایت ہے: ”جس شخص نے ایسا عمل کیا جس میں میرا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ”یہ امت پہلی امت (یہودی اور عیسائیوں) کے طریقہ اختیار کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گی۔“ (طبرانی)

رسولؐ اللہ نے فرمایا: ”تم لوگ اپنے سے پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلوگے (یہاں تک) اگر وہ دوہاتھ چلیں گے تو تم دوہاتھ چلو گے، وہ ایک ہاتھ چلیں گے تو تم بھی ایک ہاتھ چلوگے، وہ ایک بالشت چلیں گے تو تم بھی ایک بالشت چلوگے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ (جانور) کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہوں گے“۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”تو اور کون۔“ (ابن ماجہ)

بخاری کی ایک روایت میں اگلی امتوں سے مراد آتش پرست اور عیسائی ہیں۔ ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ صرف دین پر ہی نہیں دنیا کے معاملے میں بھی یہ امت ان کی پیروی کرے گی۔

جیسا کہ اگلے کافروں کی یہی رسمیں اور عادتیں تھیں کہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی بات کو عین اللہ ہی کا حکم سمجھنا اور اس کے مقابلے میں موجود اللہ کے حکم اور رسول کی رہنمائی کو نظر انداز کرنے کو غلط نہ جاننا اور نہ اسے چھوڑنا اور اللہ اور رسول کے کلام کے مقابلے میں اس بات کی سَند پکڑنا، اپنے باپ دادا کی رسم ورویہ کو مقدم سمجھنا شرعی مسئلہ کے مقابلے میں اس کی دلیل اور سند پکڑنا دنیا کے طمع بازوں کے برا ماننے کے خوف سے یا نفسانیت کی راہ سے سچا مسئلہ بیان نہ کرنا، کلام اللہ اور کلام رسول میں تحریف کمی بیشی کرنا، اپنی خواہش سے مسئلہ تاویلی بیان کرنا، اپنی ذات، خاندان، نسب پر فخر کرنا، غم میں سیاہ کپڑے پہننا، مقبرے بنانا اور قبروں پر مسجدیں بنانا وغیرہ۔ یہ ہزاروں رسمیں اور عادتیں یہود ونصاریٰ، مجوس، منافقوں اور مکہ والے اگلے مشرکوں کی ہیں اور کئی رسمیں ہندوؤں کی ہیں جو لوگوں نے اپنے یہاں رائج کرلیں جبکہ رسولؐ اللہ ایسی ہی باتوں کو مٹانے اور ایسی ہی رسموں کو ختم کرنے کے لیے آئے تھے اور قرآن نازل ہوا اور پھر جو شخص ایسی رسمیں اور عادتیں اختیار کرے اور مسلمانوں میں جاری کرے تو وہ اللہ اور رسولؐ اللہ کا دشمن شمار ہوا۔

بدعات کے پھیلنے کے اسباب

بدعات کے پھیلنے کے کئی اسباب ہیں جیسے کہ ہمارے معاشرے کے ایک بڑے طبقہ کے بیشتر عقائد واعمال کی بنیاد ضعیف وموضوع (من گھڑت) روایات پر ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غیر مسنون اور بدعتی افعال کو دین کی سند مہیا کرنے کے لیے بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت سیئّہ میں تقسیم کررکھا ہے یوں کتاب وسنت سے ناواقف عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ بدعت سیئہ تو واقعی گناہ ہے لیکن بدعت حسنہ نیکی اور ثواب کا کام ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ اللہ نے تمام بدعات کو گمراہی قرار دیا ہے۔

غور فرمائیں اگر نماز مغرب کی دو سنتوں کے بجائے 3 سنتیں پڑھی جائیں تو کیا یہ بدعت حسنہ ہو گئی یا دین میں تبدیلی تصور کی جائے گی۔ بے علمی اور جہالت کی وجہ سے عوام کی کثیر تعداد محض اپنے آباء واجداد کی تقلید میں غیر مسنون افعال اور بدعات میں پھنسی ہوئی ہے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتی کہ ان اعمال کا دین سے کیا تعلق ہے ایسے لوگوں کی ہر زمانے میں یہی دلیل رہتی ہے:

"ہم نے اپنے آباؤ واجداد کو ایسا کرتے پایا لہٰذا ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔"

بعض لوگ علماء سوء کی تقلید میں بدعات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، بعض لوگ اپنے حکمرانوں جن کی اکثریت دینی عقائد سے ناواقف اور بسا اوقات بیزار ہوتی ہے، کی تقلید میں مزاروں پر حاضری، قرآن خوانی، عرس اور برسی، جیسی رسومات میں شریک ہو جاتے ہیں۔ کچھ رسم ورواج کی تقلید میں بدعات اختیار کیے ہوئے ہیں۔ تمام صورتوں میں اس گمراہی کا اصل سبب اندھی غلط تقلید ہے، خواہ وہ آباؤ واجداد، علماء سوء، سیاسی لیڈروں یا رسم ورواج کی صورت میں ہو۔

دین سے لاعلمی اور بزرگوں سے حد سے تجاوز کرتی عقیدت ہمیشہ دین میں بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک متقی اور صالح بندوں کی صحبت اور محبت نہ صرف جائز ہے بلکہ دینی نقطۂ نظر سے عین مطلوب ہے، لیکن جب یہ محبت اندھی عقیدت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے تو ان بزرگوں کی غلط اور غیر مسنون باتیں لوگوں کو دین کا حصہ لگنے لگتی ہیں اور وہ کارِ ثواب سمجھ کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ ان بزرگوں کے خواب، ذاتی تجربات، مشاہدات، اور حکایات وغیرہ سبھی کچھ عقیدت کے غلو میں دین کی سند سمجھ لی جاتی ہیں اور عوام الناس کے سامنے انہیں دین بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور یوں بدعت اور غیر مسنون افعال پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔

چونکہ رسولؐ اللہ کے احکامات پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے بیشتر لوگ رسول اکرمؐ کے نام سے منسوب کی گئی ہر بات کو سنت سمجھ کر اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس بات کی تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے نام سے منسوب کی گئی بات واقعی آپؐ ہی کی ہے یا آپؐ کے نام سے غلط طور پر منسوب کی گئی ہے؟

رسولؐ اللہ کی طرف کوئی قول منسوب کرنا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ نبی کریم کا ارشاد مبارک ہے:

"جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔" (صحیح ومسلم)

رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس نے میری جانب جھوٹی بات منسوب کی وہ آگ میں داخل ہو گا"۔ (بخاری ومسلم)

عوام کی رہنمائی کرنا علماء کا فرض ہے کہ وہ مکمل تحقیق کے بعد سنت صحیح سے ثابت شدہ مسائل ہی لوگوں کو بتائیں اور عوام کا فرض یہ ہے کہ وہ دین سے نام کردہ ہر بات کو اور رسولؐ اللہ کے نام سے منسوب کردہ ہر بات کو سنت سمجھ کر اس وقت تک نہ اپنائیں جب تک اس بات کا مکمل اطمینان نہ کر لیں۔

ہمیں ولی، محدث، امام یا عالم کی عزت کرنا چاہیے اور ان کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیے کہ کس طرح انہوں نے اللہ

اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق زندگی گزاری۔ لیکن رسول ؐ اللہ کے مقابلے میں کسی نبی یا ولی، محدث یا فقیہہ، امام یا عالم کی اتباع کا تصور سراسر گمراہی ہے۔

حضرت عمرؓ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''ہم یہودیوں سے کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ان میں سے بعض (زیادہ اچھی لگنے والی) لکھ لیا کریں؟'' نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم (اپنے دین کے بارے میں) شک میں مبتلا ہو (کہ یہ ناقص ہے) جیسے یہود و نصاریٰ (اپنے اپنے دین کے بارے میں) شک میں پڑے تھے۔ حالانکہ میں ایک واضح اور روشن شریعت لے کر آیا ہوں۔ اگر آج موسیٰ ؑ بھی زندہ ہوتے تو میری پیروی کیے بغیر ان کے لیے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔'' (احمد اور بیہقی)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ تورات لے کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول ؐ اللہ یہ تورات ہے''۔ آپ ؐ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صورتحال دیکھی تو کہا اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول ؐ اللہ کے چہرے مبارک کی طرف نہیں دیکھتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ''میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہیں''۔

بدعتی کے عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک وہ بدعت چھوڑ نہ دے۔'' (طبرانی)

بدعت رائج کرنے پر اپنے گناہ کے علاوہ ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا جو اس بدعت پر عمل بھی کریں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس نے میری سنتوں میں سے ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا۔ جبکہ لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس بدعت پر عمل کریں گے جبکہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)۔'' (ابن ماجہ)

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی اسے ہدایت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے برابر ثواب ملے گا اور ہدایت پر عمل کرنے والوں کا اپنا اجر بھی کم نہیں ہوگا۔ اس طرح جس نے لوگوں کو گمراہی کی طرف بلایا اس شخص پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے جبکہ گناہ کرنے والوں کے اپنے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' (مسلم)

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَّن يَشۡفَعۡ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ نَصِيبٌ مِّنۡهَاۖ وَمَن يَشۡفَعۡ شَفَٰعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُۥ كِفۡلٌ مِّنۡهَاۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ مُّقِيتًا ﴿٨٥﴾ (النساء)

"جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

شریعت کی نگاہ میں دو گناہ ایسے ہیں جنہیں ترک کیے بغیر کوئی نیک عمل قبول نہیں، نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ پہلا شرک دوسرا بدعت۔

شرک کے بارے میں رسول اللہ ؐ کا ارشاد مبارک ہے: "اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف کرتا رہتا ہے جب تک اللہ اور بندے کے درمیان پردہ حائل نہیں ہوتا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول ؐ اللہ: پردہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی اس حال میں مرے کہ شرک کرنے والا ہو۔" (مسند احمد)

بدعت کے بارے میں رسول ؐ اللہ کا ارشاد مبارک ہے: "اللہ تعالیٰ بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک وہ بدعت ترک نہ کرے"۔ (طبرانی)

گویہ بدعتی کی ساری محنت اور مشقت کی مثال اس مزدور کی سی ہے جو دن بھر محنت کرتا رہے لیکن کوئی مزدوری یا اجرت نہ ملے سوائے تھکاوٹ اور بربادی وقت کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُم بِٱلۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا ﴿١٠٤﴾ (الکھف)

"کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں"۔

رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "میں حوضِ کوثر میں تمہارا پیش رو ہوں گا جو وہاں آئے گا پانی پیے گا اور جس نے ایک بار پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ بعض ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا (اور سمجھوں گا یہ میرے امتی ہیں) اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے کہ میں ان کا رسول ہوں پھر انہیں مجھ سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے امتی ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا: "اے محمدؐ! آپ نہیں جانتے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیسی کیسی بدعتیں رائج کیں۔ پھر میں کہوں گا: "دوری ہو، دوری ہو، ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین بدل ڈالا"۔ (بخاری و مسلم)

لہٰذا سنت مؤمن کا وقار اور شان ہے اور اس کے لیے دنیا میں راحت، آرام، سکون اور اطمینان کا باعث ہے اور آخرت میں عزت و تکریم، کامیابی ہے، جبکہ بدعت دنیا میں ناکامی اور اعمال کی بربادی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ (آل عمران)

"اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ﴿٧﴾

(الحشر)

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

إِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ أَن يَقُولُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخۡشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقۡهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾

(النور)

"ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، خوف الٰہی رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہے وہی نجات پانے والے ہیں۔"

وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَٱحۡذَرُواْۚ فَإِن تَوَلَّيۡتُمۡ فَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ ﴿٩٢﴾

(المائدہ)

"اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔ اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔"

بدعت کئی طریقے کی ہوتی ہے، جو لوگ حصول ثواب کی خاطر کرتے ہیں جس کا قرآن و حدیث سے کوئی واسطہ نہیں کئی لوگ شک و شبہ کے باوجود اس کو اپناتے ہیں کہ شاید یہ صحیح ہو اور اس سے فائدہ حاصل ہو جائے۔

حضرت امام حسینؓ کا قول ہے: "جو بات شک میں ڈال دے اسے چھوڑ دو اور اس بات کی طرف ہو جاؤ جو شک میں نہیں ڈالتی، کیونکہ سچائی میں اطمینان اور جھوٹ میں شک ہے۔"

عبادات اور آج کے مسلمان

عبادت عبد سے ہے عبد کے معنٰی بندہ، غلام۔ غلام وہ ہے جو اپنے آقا کی مرضی پر چلے اس کی اپنی ذاتی مرضی نہ ہو۔عبادت ہر وہ کام ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ انسان کا کردار، عمل اور قول سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ (الانعام)

"آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کامالک ہے۔"

کلمہ توحید، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ یہ اسلام کے ارکان ہیں اور فرض عبادات ہیں۔ ان عبادات میں اللہ تعالیٰ پر یقین، وقت کی پابندی، صبر، بھائی چارہ، دوسروں کا احساس اور یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ سب انسان برابر ہیں۔ یہ فرض عبادات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ ہر انسان کی زندگی دوسرے انسان سے مختلف ہے، ہر ایک اپنی زندگی اپنے طریقے پر گزارتا ہے لیکن اگر اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ اپنا کردار قول و عمل ایسا نہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں اور تعلیمات کے مطابق گزارے تو یہی عبادت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ (الاعراف)

"تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔"

فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿٢﴾ (الزمر)

"پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔"

لیکن آج کے زیادہ تر مسلمانوں کا عقیدہ صرف عبادات کا مجموعہ ہے جیسے کلمہ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، عیدین۔ اس کے علاوہ کئی نئی رسوم و رواج جو آج کل ایجاد ہوگئی ہیں جن کا اسلام اور تاریخ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی خلفائے راشدین سے ثابت ہوتی ہیں۔

اگر صرف یہ اسلام ہوتا تو آپؐ پر 23 سال تک قرآن نازل نہ ہوتا اور آپؐ زندگی کے اہم اور جفاکشی والی محنت کے 23 مشکل سال نہ گزرتے۔ قرآن پاک کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ تاریخ میں بڑا انقلاب پیدا ہوا اور ایک جاہل ضدی اور بدعتی قوم کو سدھار دیا گیا جو آپؐ کے دور کے عرب تھے۔

جس معاشرے میں برسوں سے خود غرضی، بے رحمی، لوٹ کھسوٹ وغیرہ کا چلن عام تھا کتاب وسنت کی تعلیمات نے اس معاشرے کو چند سالوں کی مختصر مدت میں ہمدردی، خیر خواہی، ایثار اور قربانی کے انمول سانچے میں ڈھال دیا۔ قرآنی تعلیمات نے انہیں 23 برس کی قلیل مدت میں کوئلے سے کندن کر دیا اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کے نور سے منور کر دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ ۝١ (ابراہیم)

"یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے آئیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست تعریفوں والے، اللہ کی طرف۔"

قرآن کی تعلیمات نے جب ایک غیر تہذیب یافتہ قوم کو بدل کر رکھ دیا تو آج کے دور میں جو اپنے آپ کو تہذیب یافتہ سمجھتے ہیں کیا ایسی قوم کو قرآن بدل نہیں سکتا! لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم قرآن اور سنت پر عمل نہیں کرتے۔ ہر آدمی قدرتی طور پر کم سے کم وقت اور کم سے کم محنت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس خواہش کی بناء پر ہمارے یہاں پنج سوروں اور وظائف پر مشتمل کتب کا رواج بہت عام ہو چکا ہے جن کا لوگ باقاعدگی سے اس طرح مطالعہ کرتے ہیں جس طرح قرآن مجید کا کرنا چاہیے۔ ان کتب میں جہاں صحیح احادیث سے ثابت شدہ فضائل والی سورتیں، آیات اور دیگر وظائف دیے ہوئے ہیں وہاں اکثر و بیشتر سورتیں، آیات اور وظائف ایسے ہوتے ہیں جن کے فضائل کی احادیث ضعیف یا موضوع ہوتی ہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی تلاوت کا ثواب اپنی جگہ لیکن جن فضائل کے فوائد کو ذہن میں رکھ کر سورتوں کی تلاوت کی جاتی ہے ان فضائل سے تو پڑھنے والا محروم ہی رہے گا۔ پنج سوروں اور ایسی ہی دیگر کتب کو روزانہ باقاعدگی سے پڑھنے والے حضرات قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ یہ نقصان پہلے سے بھی بڑا ہے۔

آج کل قرآن مجید کو دیگر کئی رسومات میں لایا جا رہا ہے جیسے رسم قل، چالیسواں، برسی، شادی بیاہ کے موقع پر بیٹیوں کے رخصت کرتے وقت اس کے سائے سے گزارنا، جھگڑے کے موقع پر قسم اور گواہی کے لیے استعمال کرنا، حصول ثواب کے لیے تعویز بنانا، ضرورت پڑنے پر فال نکالنا، ایثال ثواب کے لیے قرآن خوانی کروانا وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں سے خطاب اور اُن کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی تعریف کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ ۗ وَلَوْ ءَامَنَ أَهْلُ ٱلْكِتَـٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴿١١٠﴾ (آل عمران)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو نافرمان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر امۃ کا لقب دیا ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ (آل عمران)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔"

قرآن مجید کی ان آیات سے ظاہر ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اسلام کی تعلیم کو پھیلائیں اور لوگوں کو اچھائی بتائیں اور برائی سے روکیں۔ اگر یہ صفت ہم میں نہیں تو ہم خیر امت کہلانے کے لائق نہیں۔ اسلام کی دعوت یا تعلیم دیتے وقت یا اصلاح کرتے وقت ہمیشہ اچھا طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور نرمی، بردباری اور تحمل سے کام لینا چاہیے، کرختگی اور تلخی سے بچنا چاہیے جیسے کی قرآن مجید میں حکم ہے، تاکہ اسلام کو سمجھنے اور اس سے محبت کا جذبہ پیدا ہو۔ ارشاد ہوا:

ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَـٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ۚ (النحل)

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقہ سے گفتگو کیجئے۔"

اللہ تعالیٰ نے تو صاف منع فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن خداؤں کی عبادت کرتے ہیں ان کو گالی نہ دو، برا بھلا نہ کہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسُبُّوا۟ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا۟ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ ﴿١٠٨﴾ (الانعام)

"اور گالی مت دو، ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جہالت میں حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔"

اسلام کے معاملے میں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو حضورؐ کا تھا۔ ان کے طریقہ پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپؐ کے اندر جو نرمی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص مہربانی کا نتیجہ ہے اور یہ نرمی دعوت و تبلیغ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ ﴿١٥٩﴾ (آل عمران)

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ سخت طبیعت اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھوٹ جاتے۔"

اہل کتاب سے بے جا بحث کرنے کے لیے خاص منع کیا گیا ہے اگرچہ دلائل کے ساتھ تعمیری گفتگو کی جا سکتی ہے، کیونکہ وہ اہل علم ہیں اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن ہٹ دھرمی اور عناد کے باعث انکار کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تُجَٰدِلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ ۖ وَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَٰحِدٌ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿٤٦﴾ (العنکبوت)

"اور اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہیں اور صاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے۔ اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔"

اسلام قبول کروانے کے لیے کسی پر بھی کوئی زور زبردستی یا جبر کی اجازت نہیں۔

لَآ إِكْرَاهَ فِى ٱلدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَىِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾ (البقرہ)

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت ضلالت سے الگ ہو چکی ہے جو شخص طاغوت (اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں) کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔"

ہمیں صرف علم پہنچانا ہے باقی ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اسلامی تعلیمات اور اس سے دوری کے اثرات

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں، خصوصاً غیر مسلم لوگوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسلمانوں کو اپنے گھروں میں اپنے رشتہ داروں کو پیار اور حکمت کے ساتھ اور بچوں کو ذرا سی سرزنش کے

ساتھ دین کی تعلیم دینالازمی ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کی دوری کی وجہ سے کئی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں جیسے کہ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے اور اس وجہ سے سود، جوا، قتل، رہزنی، دھوکا، فریب، بے ایمانی عام ہو گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ اخلاقی برائیاں بھی عام ہو گئی ہیں جیسے نشہ، حسد، نفرت، تکبر، جھوٹ، طعنہ، غیبت، نافرمانی، بے حیائی اور قطع رحمی وغیرہ۔

سود

سود کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَـٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾ (البقرہ)

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔"

وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِىٓ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ فَلَا يَرْبُواْ عِندَ ٱللَّهِ ۖ وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ (الروم)

"تم جو سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ صدقہ، زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کے منہ دیکھنے (اور خوشنودی کے لیے) دو تو ایسے لوگ ہی اپنا مال دوچند کرنے والے ہیں۔"

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ (البقرہ)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو باقی سود رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتے (سود لینا دینا بند نہیں کرو گے) تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہاں! اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَـٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰاْ ۗ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ ۚ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ (البقرہ)

"سود خور (قبروں سے یا محشر میں) وہ لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی (باؤلہ) بنا دے یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے تجارت اور سود ایک جیسے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا (سود سے) تو پہلے جو کچھ کھا چکا معاف کر دیا

جائے گا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے ایسے لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

حدیث

حضور اکرمؐ نے سود لینے والے، اس کی تحریر کرنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب گناہوں میں برابر ہیں۔ (مسلم)

آپؐ نے فرمایا: "جس قوم میں سود عام ہو جاتا ہے وہ قوم قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔" (مسند احمد)

قتل

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ)

"جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو بچالیا۔"

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَـٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾ (النساء)

"اور جو کوئی کس کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔"

احادیث

"قیامت کے روز سب سے پہلے (حقوق العباد میں سے) لوگوں کے درمیان قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

"مقتول قیامت کے روز قاتل کو اس حال میں لے آئے گا کہ اس کی پیشانی اور سر اس کے ہاتھ میں ہوں گے، مقتول کے رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا اور عرض کرے گا "اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا (یہ ہی کہتے کہتے) وہ اسے عرش الٰہی تک لے جائے گا۔" (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

جوا

ارشادباری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٩٠ (المائدہ)

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور آستانے (آستھان) (جہاں غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دی جاتی ہو یا چڑھاوا چڑھایا جاتا ہو) اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم فلاح یاب ہو۔"

رسول ﷺ اللہ کا ارشاد مبارک ہے: "جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ ہم جوا کھیلیں اسے صدقہ کرلینا چاہیے۔" (بخاری)

جس کام کی نیت کرنے سے ہی کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے تو اس کام کے کرنے پر کتنی شدید سزا ہو گی، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نشہ

ارشاد ہوتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٩٠ (المائدہ)

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور آستانے (آستھان) (جہاں غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دی جاتی ہو یا چڑھاوا چڑھایا جاتا ہو) اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم فلاح یاب ہو۔"

احادیث

☆ "تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے:

1۔ عادی شرابی

2۔ قطع رحمی کرنے والا

3۔ جادو کو سچ سمجھنے والا۔" (احمد)

☆ "شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے جس نے شراب پی اس کی 40 روز تک نماز قبول نہیں ہو گی اور اگر وہ اس حال میں مر گیا کہ شراب اس کے پیٹ میں تھی وہ جاہلیت کی موت مرا۔" (طبرانی)

بے ایمانی، دھوکا، فریب

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ (الاعراف)

"اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پرورد گار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور ان لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں اس کے بعد کہ درستی (اصلاح) کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔"

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾ (الاسراء)

"اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہ ہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔"

حدیث

رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں، جو ہم کو دھوکا دے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔" (مسلم)

حسد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ ﴿٥٤﴾ (النساء)

"یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے۔"

حدیث

رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ، کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے ختم کرتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم میں غیر محسوس طور پر پہلی قوموں کی بیماری سرایت کر گئی ہے (یعنی) کینہ اور حسد۔ پھر فرمایا: کینہ اور حسد مونڈنے والی ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کے بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ کر رکھ دیتی ہے۔" (ترمذی)

تکبر

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًاۖ إِنَّكَ لَن تَخۡرِقَ ٱلۡأَرۡضَ وَلَن تَبۡلُغَ ٱلۡجِبَالَ طُولٗا ۝٣٧ (الاسراء)

"اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔"

وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًاۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٖ فَخُورٖ ۝١٨ (لقمان)

"اور لوگوں کے سامنے اپنا منہ نہ موڑو (اپنا گال نہ پھلاؤ) اور زمین میں اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے (بڑائی کرنے والے) کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر یقینا آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔"

تہمت یا بہتان

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَكۡسِبۡ خَطِيٓـَٔةً أَوۡ إِثۡمٗا ثُمَّ يَرۡمِ بِهِۦ بَرِيٓـٔٗا فَقَدِ ٱحۡتَمَلَ بُهۡتَٰنٗا وَإِثۡمٗا مُّبِينٗا ۝١١٢ (النساء)

"اور جو شخص کوئی گناہ یا خطاء کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ تھوپ دے اس نے بہت بڑا بہتان اٹھایا اور کھلا گناہ کیا۔"

وَٱلَّذِينَ يُؤۡذُونَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ بِغَيۡرِ مَا ٱكۡتَسَبُواْ فَقَدِ ٱحۡتَمَلُواْ بُهۡتَٰنٗا وَإِثۡمٗا مُّبِينٗا ۝٥٨

(الاحزاب)

"اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔"

طنز اور طعنہ

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِۖ بِئۡسَ ٱلِٱسۡمُ ٱلۡفُسُوقُ بَعۡدَ ٱلۡإِيمَٰنِۚ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۝١١ (الحجرات)

"اے ایمان والو! مرد، دوسرے مردوں کا مزاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مزاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ (طعنہ زنی مت کرو) اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔"

غیبت، بدگمانی

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ (الحجرات)

"اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾

(الاسراء)

"جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔"

جاسوسی

وَلَا تَجَسَّسُوا۟ ﴿١٢﴾ (الحجرات)

"اور بھید نہ ٹٹولا کرو (جاسوسی نہ کیا کرو)۔"

جھوٹ

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ (غافر)

"اللہ تعالیٰ اس کی رہبری (ہدایت) نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والا اور جھوٹا ہو۔"

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ (ق)

"(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔"

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾

(الاسراء)

"جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔"

حدیث

رسولؐ اللہ نے فرمایا: "انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بلا تحقیق دوسروں کو آگے بیان کرنے لگے۔" (مسلم)

رسولؐ اللہ نے فرمایا:

"سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے، انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اس قدر کہ اللہ کے پاس بھی صدیق (سچا) لکھا جاتا ہے، جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کا راستہ دکھاتی ہے انسان جھوٹ بولتا ہے اس قدر کے اللہ کے پاس بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

نافرمانی (والدین سے سلوک)

لَّا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ﴿٢٢﴾ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ (الاسراء)

"اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں، ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا

بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ بات چیت کرنا اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ایسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔"

وَوَصَّيۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيۡهِ حُسۡنٗاۖ ٨ (العنکبوت)

"ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔"

حدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے سوال کیا کہ اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: والدین سے بھلائی کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: 'ایک آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میرے اچھے سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "تمہاری ماں! اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں! اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں! اس نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا باپ۔" (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے: یا رسول اللہؐ میری بھلائی کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "تیری ماں! تیری ماں! پھر بھی تیری ماں! پھر تمہارا باپ اور پھر قریبی رشتہ دار۔"

قطع رحمی

ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهۡدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعۡدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقۡطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفۡسِدُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡخَٰسِرُونَ ٢٧ (البقرہ)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن تَوَلَّيۡتُمۡ أَن تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ ٢٢ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمۡ وَأَعۡمَىٰٓ أَبۡصَٰرَهُمۡ ٢٣ (محمد)

"اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔ یہ وہی ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۝ (النساء)

"اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو۔"

وَٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ۝ (الرعد)

"اور جو اللہ کے عہد کو اس مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔"

حدیث

رسول اللہؐ نے فرمایا: "رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میرے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے رشتہ داری جوڑتا ہوں مگر وہ رشتہ داری توڑتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں مگر وہ برائی سے پیش آتے ہیں اور میں برداشت سے کام لیتا ہوں مگر وہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم ویسے ہی ہو جیسے تم کہہ رہے ہو تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہے ہو اور اللہ کی طرف سے ہمیشہ تمہارا مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔ جب تک تم اسی حالت پر قائم رہو گے۔" (مسلم)

نبیؐ نے فرمایا: "ایک دوسرے سے نہ بغض رکھو، نہ حسد اور دشمنی کرو اور نہ واسطہ (تعلقات) توڑو اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان پر جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ (بات کرنا) چھوڑے۔" (بخاری و مسلم)

رسول اللہؐ نے فرمایا: "پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھلتے ہیں اور پھر اس شخص کو معاف کیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا مگر وہ شخص جو کسی مسلمان بھائی سے (ناراض) دشمن ہے دونوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو کہ یہ صلح کریں۔" (مسلم)

ریاکاری (دکھاوا)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝ (البقرہ)

”اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور دار مینہ (بارش) برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے اور ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔“

إِنَّ ٱلْمُنَـٰفِقِينَ يُخَـٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَـٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ (النساء)

”بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو یوں ہی برائے نام کرتے ہیں۔“

آپؐ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے پہلے شہید کا فیصلہ ہو گا اور اس کو پیش کیا جائے گا اور اللہ پاک اس کو اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ اس کا اعتراف کرے گا۔ اللہ پاک اس سے پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جنگ کی اور میں شہید ہو گیا۔ اللہ پاک فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے تو نے جنگ اس لیے کی کہ تمہیں بہادر کہا جائے اور واقعی تمہیں بہادر کہا گیا پھر اس کے لیے حکم کیا جائے گا اس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ پھر ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہو گا اور قرآن پڑھا ہو گا اس کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ پاک اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ اس کا اقرار کرے گا۔ اللہ پاک پوچھیں گے کہ تم نے ان نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا؟ عرض کرے گا کہ میں نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا اور تمہاری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا، تم نے علم اس لیے سیکھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ تم کو قاری بلایا جائے۔ پھر اس کے لیے حکم ہو گا کہ اس کو الٹا کر کے گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ پھر تیسرا آدمی ایسا ہو گا جس کو رب پاک نے رزق میں کشادگی عطا کی ہو گی اور کئی قسموں کا مال عطا فرمایا ہو گا۔ اس کو پیش کیا جائے گا اللہ پاک اس کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا اور وہ شخص اقرار کرے گا۔ اللہ پاک پوچھیں گے کہ تم نے ان نعمتوں کا کس طرح استعمال کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تمہاری رضامندی والا کوئی بھی راستہ نہ چھوڑا مگر میں نے تمہاری خاطر اس میں خرچ کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے خرچ اس لیے کیا ہے کہ تمہیں سخی کہا جائے اور تمہیں سخی کہا گیا پھر اس کے لیے حکم ہو گا اور اس کو بھی الٹا کر کے گھسیٹ کر دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔“ (مسلم)

آپؐ نے فرمایا: ”اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں شریک کرنے والوں کے شرک سے بے پرواہ ہوں جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کو اور شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔“ (مسلم)

جادو

جادو کرنا کفر ہے اور یہ شیطانی عمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ ﴿١٠٢﴾ (البقرہ)

"بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔"

رسول ؐاللہ کا ارشاد مبارک ہے کہ 3 آدمی جنت میں نہیں جائیں گے:

1۔ عادی شرابی

2۔ قطع رحمی کرنے والا اور

3۔ جادو کو سچ جاننے والا یعنی سچ جان کر اس پر عمل کرنے والا۔" (احمد، ابو یعلیٰ، ابن ماجہ)

آپ ؐ نے جن ہلاکت آفریں چیزوں سے بچنے کا فرمایا ان میں سے ایک جادو کرنا بھی شامل ہے۔

بے حیائی

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴿٣٣﴾ (الاعراف)

"آپ فرما دیجئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔"

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِي ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴿١٩﴾ (النور)

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب علیم ہے اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَۖ ﴿١٥١﴾ (الانعام)

"اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ۔"

"فحش باتیں کرنے والا اور اس کو پھیلانے والا دونوں کے گناہ برابر ہیں۔" (حضرت علی مرتضیٰؓ، موطاء امام مالکؒ)

سود، خون خرابہ، بے ایمانی، دھوکا، جن برائیوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ہمارے معاشرے میں عام ہیں۔ اگر ہم جائزہ لیں کہ پچھلی قوموں کی جو برائیاں تھیں جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ہمیں وہ برائیاں آج اپنے معاشرے میں ملیں گی۔

قرآن مجید کی تعلیم میں آپس کے تعلقات

قرآن مجید کی تعلیم سے دوری کی وجہ سے آج مسلمان معاشرے میں خود غرضی، انا پرستی اور قریبی رشتے داروں میں بھی دوری آگئی ہے۔

صلہ رحمی

وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ ۝٣٦ (النساء)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں۔

أَفَمَن يَعۡلَمُ أَنَّمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ٱلۡحَقُّ كَمَنۡ هُوَ أَعۡمَىٰٓۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ ۝١٩ ٱلَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهۡدِ ٱللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ ٱلۡمِيثَٰقَ ۝٢٠ وَٱلَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ ٱلۡحِسَابِ ۝٢١ وَٱلَّذِينَ صَبَرُواْ ٱبۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ سِرّٗا وَعَلَانِيَةٗ وَيَدۡرَءُونَ بِٱلۡحَسَنَةِ ٱلسَّيِّئَةَ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى ٱلدَّارِ ۝٢٢ (الرعد)

کیا وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں جو اللہ کے عہد (وپیمان) کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کے لیے صبر کرتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے کھلے چھپے خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں، ان ہی کے لیے عافیت کا گھر ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو قرآن پر یقین رکھتے ہیں وہ اللہ کے عہد کو پورا بھی کرتے ہیں اور رشتے ناطے جوڑے رکھتے ہیں اور آخرت کے خوف کی وجہ سے اور رب کی رضا کی خاطر نہ کہ اپنی من مانی کی خاطر انا پرست ہوتے ہیں بلکہ مشکلات میں بھی صبر اور نماز سے کام لیتے ہیں اور قائم رکھتے ہیں اور جو برائی ان سے کی جائے وہ بدلے میں جیسا کو تیسا کہہ کر عمل نہیں کرتے بلکہ برائی کو اچھائی سے جواب دیتے ہیں۔

وَلَا تَسۡتَوِي ٱلۡحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُۚ ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ ۝٣٤ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُواْ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٖ ۝٣٥ (فصلت)

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہیں جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیب والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔"

إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ ٱلنَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ (النساء)

"ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔"

فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَصْلِحُوا۟ ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١﴾ (الانفال)

"سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔"

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ (الحجرات)

"(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں اپنے دو بھائیوں میں میلاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

وَٱلصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ ﴿١٢٨﴾ (النساء)

"صلح بہت بہتر چیز ہے۔"

نبی کریمؐ نے فرمایا: "تین باتیں جس شخص میں موجود ہوں گی وہ ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا۔ اللہ اور رسول اس کو ساری کائنات سے محبوب ہو اور صرف اللہ کے واسطے کسی سے محبت کرتا ہو اور کفر میں واپس جانے کو اتنا برا سمجھے جتنا اس کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے۔" (مسلم)

آپؐ نے فرمایا: "سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔ ایک انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پل کر بڑا ہوا ہے، وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو انسان جو اللہ کے لیے دوستی رکھیں اس کے لیے ایک دوسرے سے ملیں اور اس کے لیے جدا بھی ہوں، وہ آدمی جس کو حسن و جمال والی عورت بلائے اور اس نے جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس نے صدقہ دیا اور اس کو اتنا پوشیدہ رکھا جو اس کے الٹے ہاتھ کو بھی خبر نہ پڑی کہ سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔" (مسلم)

آپؐ نے فرمایا: "اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میرے جلال کے لیے جو آدمی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں قیامت کے دن اس کے لیے نور کے چہرے ہوں گے اور انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔" (ترمذی)

حقوق العباد کے بارے میں احادیث

عام مسلمان سے محبت کا حکم

نبیؐ کا ارشاد ہے:

"اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔" (بخاری)

فرمایا: "آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترکِ تعلق کرے"۔ (بخاری)

اور فرمایا: "تم زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی فرمائے گا"۔ (ابو داؤد)

فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے"۔ (بخاری)

یتیموں سے محبت کا حکم

ارشاد نبویؐ ہے: "میں اور یتیم رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے (آپؐ نے یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ مبارک کی دونوں متصل انگلیاں اوپر کیں)۔"(مسلم)

پڑوسیوں سے محبت کا حکم

آپؐ نے فرمایا: "وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا جو خود تو رات پیٹ بھر کر سویا اور اس کا پڑوسی بھوکا رہا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کا پڑوسی بھوکا تھا۔"(طبرانی)

اور فرمایا: "وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہو۔" (بخاری)

رنجیدہ اور غمزدہ لوگوں سے محبت کا حکم

آپؐ نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دکھ دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے روز کوئی غم اور دکھ دور فرمادے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

(بخاری و مسلم)

حاجت مندوں سے محبت کا حکم

آپؐ نے فرمایا: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔" (بخاری و مسلم)

محتاجوں سے محبت کا حکم

ارشاد نبویؐ ہے: ”جو شخص کسی ننگے مسلمان کو کپڑہ پہنائے گا، جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے میوے کھلائے گا، جو شخص پیاسے مسلمانوں کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں عمدہ شراب پلائے گا۔“
(ابوداؤد، ترمذی)

مظلوم سے محبت کا حکم

ارشاد نبویؐ ہے: ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! مظلوم کی مدد کرنا تو واضح ہے مگر ظالم کی مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”اس کو ظلم سے روکو۔“ (بخاری)

بیواؤں اور مسکینوں سے محبت کا حکم

آپؐ کا ارشاد مبارک ہے: ”بیوہ اور مسکین (کی مدد) کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔“ (بخاری)

جو لوگ دنیا میں ایسی زندگی گزارتے ہیں کہ کھایا، پیا، عیش کیا اور مر گئے۔ یعنی اپنی خواہش کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جانوروں سے بدتر کہا ہے کیونکہ انسان ایسے ہی نہیں بنایا گیا کہ اس کی باز پرس نہ کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ ﴿١٧٩﴾ (الاعراف)

”ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ (گئے گزرے) ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔“

أَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَٱلْأَنْعَٰمِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ (الفرقان)

”کیا آپ نے ایسا بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اس خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔“

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ (المؤمنون)

”کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔“

قرآن مجید کو بہت پڑھا جا رہا ہے لیکن انسان کی زندگی پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔

لَوۡ أَنزَلۡنَا هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ عَلَىٰ جَبَلٖ لَّرَأَيۡتَهُۥ خَٰشِعٗا مُّتَصَدِّعٗا مِّنۡ خَشۡيَةِ ٱللَّهِۚ ﴿٢١﴾ (الحشر)

"اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو، تُو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔"

جیسے منافق قرآن سنتے تھے لیکن ان پر اثر نہیں ہوتا تھا، کیونکہ وہ دھیان نہیں دیتے تھے اور اس بارے میں سوچ نہیں رکھتے تھے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ أَمۡ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقۡفَالُهَآ ﴿٢٤﴾ (محمد)

"کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ انسان صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے اور دنیاداری میں غرق ہو کر دین سے دور ہو جائے اور نہ ہی یہ پسند ہے کہ انسان صرف دین کا ہو کر رہے اور دنیا ترک کر دے اور دنیا سے کٹ کر رہبانیت اختیار کر لے جیسے یہ دوسرے مذاہب کے پیشوا کا شعبہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَهۡبَانِيَّةً ٱبۡتَدَعُوهَا مَا كَتَبۡنَٰهَا عَلَيۡهِمۡ إِلَّا ٱبۡتِغَآءَ رِضۡوَٰنِ ٱللَّهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَايَتِهَاۖ فَـَٔاتَيۡنَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنۡهُمۡ أَجۡرَهُمۡۖ وَكَثِيرٞ مِّنۡهُمۡ فَٰسِقُونَ ﴿٢٧﴾ (الحدید)

"ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انھیں ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ دنیا کی بھی تعلیم دی ہے، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ اگر چاہے تو کسی کی کوئی غلطی یا کوتاہی معاف کر دے، مگر حقوق العباد میں بندوں سے زیادتی معاف نہیں کرے گا جب تک مظلوم خود معاف نہ کر دے۔ اس لیے دین کے لیے دنیا چھوڑنا یا دنیا کے لیے دین چھوڑنا غلط ہے اور ان دونوں معاملات میں حد سے بڑھنا جائز نہیں بلکہ اعتدال میں رہنا چاہیے۔

يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ ﴿١٨٥﴾ (البقرہ)

"اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔"

مَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡقُرۡءَانَ لِتَشۡقَىٰٓ ﴿٢﴾ (طٰہٰ)

"ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلمان امت کو امۃ وسط کہا ہے۔ بنیادی طور پر وسط کے معنی ہے: درمیانی۔ جو چیز درمیانی ہوتی ہے وہ بہترین ہوتی ہے اس لیے وسط کا معنی بہترین بھی کہا گیا ہے۔ اس کے دو معنٰی ہو گئے: ایک درمیانی، معتدل اور دوسری بہترین۔ نبیؐ نے فرمایا: ”سب سے بہترین کاموں میں سے وہ ہے جو اعتدال والا ہو۔“

ویسے بھی اگر عمر میں دیکھیں تو بچپن اور بڑھاپے میں بیچ میں جوانی ہوتی ہے جو بہترین عمر کہلاتی ہے۔ صبح اور شام کے بیچ میں دوپہر کا وقت جو سب سے زیادہ چمکدار اور کام کا وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح بخل اور فضول خرچی کے بیچ میں سخاوت ہوتی ہے جو بہترین صفت ہے۔ اسی طرح بزدلی اور طیش کے بیچ میں شجاعت، بردباری اور بہادری ہوتی ہے۔ غرض تمام چیزوں میں اعتدال کا راستہ بہترین ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کو امۃ وسط کہا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جو احکامات دیے گئے ہیں وہ اعتدال پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں چاہے دین ہو یا دنیا، میانہ روی اور بیلنس اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن نیکی کے کاموں میں جلدی کا حکم فرمایا ہے اور ایک دوسرے سے پہل کرنے کو ترجیح دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ ﴿١٤٨﴾ (البقرہ)

”تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو۔“

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ (آل عمران)

”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

اسی طرح دنیا کے لیے مقابلہ بازی اور چڑھت سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ”چڑھت بازی نہ کرو۔“

شیطان کا فریب اور دنیاوی زندگی

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید کی تعلیم کے ذریعے کئی مثالیں دے کر واضح کر دیا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے تا کہ شیطان کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ چاہتا ہے کہ انسان کو جنت سے پھیر دے۔ قرآن مجید میں قصہ آدم و ابلیس سات مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہاں دیا جا رہا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو سب فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اور ابلیس نے تکبر میں آ کر انکار کیا کہ اسے تو نے مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے اور قیامت تک لعنت، پھٹکار برسے گی تیرے تکبر کی وجہ سے۔ ابلیس نے پھر کہا: اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تجھے مہلت ہے۔ تب ابلیس نے علی الاعلان یہ بات کہی کہ اے میرے رب جس طرح تو نے مجھے (سجدے کا حکم دے کر) گمراہ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں کو) آراستہ کروں گا اور سب کو بھٹکاؤں گا۔ ہاں ان میں سے جو تیرے مخلص بندے ہیں جو منتخب کر لیے گئے ہیں ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے۔ جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بنا ہوا ہے (ان میں جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں)۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے:

لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ ٱللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾ (النساء)

"جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا اور انہیں راہ سے بھٹکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو بگاڑ دیں۔ سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا۔ وہ ان سے زبانی وعدہ کرتا رہے گا اور سبز باغ دکھاتا رہے گا (مگر یاد رکھو) شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی جگہ جہنم ہے جہاں سے انہیں چھٹکارا نہ ملے گا۔ اور جو ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ہم انہیں جنتوں

میں لے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں یہ ابدلآباد رہیں گے۔ یہ ہے اللہ کا وعدہ جو سراسر سچا ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو۔"

مقرر شدہ حصہ سے کئی مرادیں ہوسکتی ہیں۔ جیسے کہ مقرر شدہ حصہ سے مراد وہ نذرونیاز بھی ہوسکتی ہے جو مشرک اپنے بتوں اور فوت شدہ اشخاص کے نام نکالتے ہیں۔ یا جہنمیوں کا وہ کوٹہ بھی ہوسکتا ہے جنہیں شیطان گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم لے جائے گا جیسا کہ شیطان نے کہا کہ انسانوں میں سے ایک طے شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اپنی اطاعت کے لیے اور اسے اپنی اطاعت میں لگا کے اپنے پیچھے لگادوں گا پھر اپنے ساتھ جہنم لے جائوں گا۔

باطل امیدیں شیطان کے وسوسوں اور دخل اندازی سے پیدا ہوتی ہیں اور انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل کو بدلنے کی ترغیب کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی لانا چاہتا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً جیسے کہ نارمل انسانوں میں مرد عورت کا روپ دھار لے اور عورت ایسی شکل وصورت بنائے کہ مرد لگے یا پلاسٹک سرجری کرکے اپنے نقوش بدل دے، یا اپنے جسم میں مختلف تصویریں بنانا Tatoos وغیرہ۔

تھائی لینڈ کے ایک علاقے میں لڑکیوں کے گلے میں بچپن سے کڑے ڈال دیے جاتے ہیں۔ عمر کے ساتھ وقت بوقت تاکہ عمر کے ساتھ ساتھ گردن اپنی نارمل گروتھ سے زیادہ لمبی ہو جائے۔ چائنہ کے علاقے میں بچپن سے پائوں میں لوہے وغیرہ کے جوتے پہنائے جاتے تھے تاکہ پیر نہ بڑھیں اور اس کی شکل بدل جاتی تھی۔ اس کے علاوہ کئی مثالیں جو لوگ اپنی شکل میں تبدیلی کے لیے کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن علاج کی خاطر پلاسٹک سرجری کرانا یا دانت وغیرہ لگانا تو صحیح ہے یا عیب نارمل گروتھ وغیرہ کا علاج تو درست ہے، مگر اصل شکل بدلنا مقصود نہ ہو۔

انسانی شکلوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خلقی ہوئی کئی صورتیں ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، ستارے، پتھر، آگ اور پیڑ وغیرہ مختلف مقاصد کے لیے بنائے ہیں تاکہ انسان ان سے مختلف طریقوں سے فائدے حاصل کرسکے، لیکن مشرکوں نے مقصد تخلیق بدل کر ان کو اپنا معبود بنالیا۔ پھر اسی طرح خلق کی تبدیلی کی ایک قسم یہ ہے کہ کسی مخلوق سے وہ کام لیا جائے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا نہیں کیا، مثلاً گدھے کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا کہ وہ بوجھ اٹھائے نہ کہ اس کا گوشت کھانے کے لیے یا دودھ پینے کے لیے اور کتے کو ریوڑ اور انسان وغیرہ کی حفاظت کے لیے لیکن بعض لوگ گدھے اور کتے کا گوشت بیچتے ہیں یا استعمال کرتے ہیں۔ یہ معلومات ہمیں اکثر اخبارات وغیرہ سے ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بکرے، گائے وغیرہ دودھ پینے اور گوشت کھانے اور کچھ سے ہل چلانے اور اس کی کھال وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں لیکن کچھ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں اور اس کا پیشاب پیتے ہیں اور اپنے اوپر ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ چند مغربی ممالک میں قانونی طور پر عورت کو عورت سے اور مرد کو مرد سے شادی کی اجازت دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ کئی مثالیں ہیں جن میں مخلوق سے الٹا کام لیا جاتا ہے۔ یہ سب غیر فطری اعمال ہیں اور دین اسلام عین فطرت پر مبنی ہے، لیکن شیطان فطرت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ شیطان چاہتا ہے کہ انسان نشہ کرے اور اس کا عادی بن جائے (نشے کی کئی اقسام ہیں) اور جوا کھیلے۔ ظاہر ہے ایسی حرکات سے انسانی معاملات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور نفرتیں بڑھتی ہیں اور باہمی تعلقات ختم ہو جاتے ہیں۔ جبکہ جس کو وہ اپنا ساتھی ہمدرد سمجھتے ہیں (یعنی نشہ و جوا کے ساتھ دینے والے) وہ بھی ان کا ساتھ ہمیشہ نہیں دیتے۔

شیطان چاہتا ہے کہ انسان نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، نہ نماز پڑھے۔ اس کے علاوہ شیطان غربت سے بھی ڈراتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسان بے حیائی اور برائیوں میں پڑا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾ (المائدہ)

"شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجائو۔"

ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ ﴿٢٦٨﴾ (البقرہ)

"شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں خبردار کر رہے ہیں کہ تم باز آجائو، شیطان کے فریب سے بچ جائو کہیں وہ تمہیں کسی برائی میں نہ ڈال دے اور محرومِ جنت نہ کر دے جیسے اس نے آدمؑ اور حواؑ کو جنت سے باہر کرا دیا۔

يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ ٱلْجَنَّةِ ﴿٢٧﴾ (الاعراف)

"اے اولادِ آدم! شیطان، تمہیں کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کر دیا۔"

شیطان ہر وہ عمل کروانا چاہتا ہے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ انسان کے لیے اس دنیا میں سب سے بڑا چیلنج یا بہت بڑی آزمائش شیطان ہے، کیونکہ اس نے رحمن کو چیلنج کیا اور اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ شیطان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے طریقہ کو تبدیل کر دے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طریقے پر دنیا بنائی ہے، جس طریقے پر انسان کی فطرت بنائی ہے، جس طریقے سے انسان کی ضروریات کو پیدا کیا ہے اور جس طریقہ کو دین بنایا ہے وہ اس میں تبدیلی لانا چاہتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اپنا غلام بنا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص نے شیطان کو دوست بنایا اس کی باتوں میں آگیا اس کے طریقوں پر چلا وہ صریح

نقصان میں پڑ گیا اور کھلے خسارے میں مبتلا ہو گیا اس کے نقصان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امید دلاتا ہے کہ فلاں عمل کرنے میں بہت فائدہ ہو گا۔ انسان کے اندر کی حرص اور دنیا حاصل کرنے کی حرص زندگی کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: ”جوں جوں ابن آدم بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص اور خواہش جواں ہوتی رہتی ہے۔“

عام زندگی میں شیطان وعدے کرتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے کہ یہ چھوٹا سا گناہ ہے اس میں پکڑ نہ ہو گی ویسے بھی تم اللہ کو مانتے ہو، محمدؐ کی امت میں سے ہو، تمہارے تو سب گناہ ویسے ہی معاف ہو جائیں گے یا یہ سمجھاتا ہے کہ فلاں بزرگ تمہاری شفاعت کرے گا۔ اس طرح وہ گناہوں پر دلیر بنا دیتا ہے اور لوگ آرزو پر جی رہے ہیں اور یہ آرزوئیں شیطان ہی ڈالتا ہے۔ شیطان تو اپنا کام ہر وقت کرتا رہتا ہے اور ہمیں بھی ہر وقت اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے۔

دنیا میں انسان جب تک کچھ کام نہ کرے حاصل کچھ نہیں ہوتا، لیکن آخرت کی اتنی عالیشان جنت بغیر کچھ کیے کیسے مل جائے گی۔ عام امتحان کے لیے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ دنیا میں انسان سیدھا راستہ نہ لے تو منزل تک نہیں پہنچ سکتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان شیطان کے بتائے ہوئے غلط راستوں اور طریقوں پر چلے اور اسے آخرت میں جا کر جنت مل جائے۔

حیرت کی بات ہے کہ دنیا کی کامیابی کے لیے تو مکمل جدوجہد دن رات کی محنت اور آخرت کو پانے کے لیے محض خوش فہمی، خوش خیالی، اچھی امیدیں اور تمنائیں ہی کافی ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کرنے والوں اور نافرمانوں کے لیے جہنم ہے اور وہ جہنم سے نکلنے کے لیے کوئی صورت نہ پائیں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کریں گے وہ جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

لیکن افسوس کہ ہم شیطان کی باتوں کو تو خوشی سے مان رہے ہیں لیکن رحمن کی باتوں کو مانتے ہوئے ہمیں مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف جگہ پر مختلف انداز میں بار بار لوگوں کو خبردار فرمایا ہے کہ اے بنی آدم شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اس کے دھوکے اور فریب میں نہ آنا ورنہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

چند آیات

وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ ١٦٨ (البقرہ)

”لوگو! شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيهِمۡۖ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ١٢٠ (النساء)

”شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے لیکن (یاد رکھو) شیطان کے سارے وعدے فریب کے سوا کچھ نہیں۔“

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ (لقمان)

"(لوگو) دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے۔"

وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٤٢﴾ (الانعام)

"اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو بلاشبہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی واضح تنبیہات کے باوجود انسان قدم قدم پر کیسی آسانی سے شیطان کے دھوکے اور فریب میں آکر اپنے لیے جہنم کا سامان پیدا کر رہا ہے اس کا اندازہ ہر انسان اپنی اپنی عملی زندگی کا تجزیہ کرکے خود لگا سکتا ہے اور شیطان کی چالوں سے بچ سکتا ہے تاکہ آخرت میں پچھتاوہ نہ رہے۔ شیطان برے انسانوں پر آسانی سے حملہ کرتا ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ (الشعراء)

"کیا میں تجھے بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے اور گنہگار پر اترتے ہیں۔"

وَبَرَزُوا۟ لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ ٱلضُّعَفَٰٓؤُا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ ۚ قَالُوا۟ لَوْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ لَهَدَيْنَٰكُمْ ۖ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ ٱلشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِىَ ٱلْأَمْرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٱلْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ إِنِّى كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ (ابراہیم)

"سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کرسکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری رہنمائی کرتے اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے۔ ہمارے لیے کوئی چھٹکارا نہیں۔ جب اور کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کے خلاف کیا۔ میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا فریادرسی اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے۔ میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے (دنیاوی زندگی)۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

وَمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلۡغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ (آل عمران)

"دنیا کی زندگی دھوکہ رسی اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔"

وَمَا هَٰذِهِ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا لَهۡوٞ وَلَعِبٞۚ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ لَهِيَ ٱلۡحَيَوَانُۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ ﴿٦٤﴾

(العنکبوت)

"اور دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی صحیح حقیقی زندگی ہے کاش یہ جانتے ہوتے۔"

فَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَيۡءٖ فَمَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ ﴿٣٦﴾ (الشوریٰ)

"تو تمھیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا (ناپائیدار) فائدہ) ہے۔"

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلۡبَنِينَ وَٱلۡقَنَٰطِيرِ ٱلۡمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلۡفِضَّةِ وَٱلۡخَيۡلِ ٱلۡمُسَوَّمَةِ وَٱلۡأَنۡعَٰمِ وَٱلۡحَرۡثِۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ ﴿١٤﴾ (آل عمران)

"مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور شاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا كَمَآءٍ أَنزَلۡنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخۡتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلۡأَرۡضِ مِمَّا يَأۡكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلۡأَنۡعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلۡأَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتۡ وَظَنَّ أَهۡلُهَآ أَنَّهُمۡ قَٰدِرُونَ عَلَيۡهَآ أَتَىٰهَآ أَمۡرُنَا لَيۡلًا أَوۡ نَهَارٗا فَجَعَلۡنَٰهَا حَصِيدٗا كَأَن لَّمۡ تَغۡنَ بِٱلۡأَمۡسِۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

(یونس)

"بس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات، جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہو کر نکلی یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حکم (عذاب) آپڑا تو ہم نے اس کو صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھا۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔"

حدیث

دنیا کی عارضی اور مختصر زندگی کے مقابلے میں آخرت کی مستقل اور طویل زندگی کو رسول اللہ ؐ نے یوں سمجھایا ہے:"

اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈال کر نکالے تو انگلی میں لگا ہوا پانی دنیا کی زندگی سمجھو اور پورا سمندر آخرت کی زندگی۔"

(مسلم)

رسولؐ اللہ کا ارشاد مبارک ہے: "دنیا کی مٹھاس آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس۔" (احمد طبرانی)

زندگی کا مقصد

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد، دنیاوی زندگی کی حقیقت یعنی اس کا عارضی ہونا، شیطان کا فریب (چالبازیاں) اور اس سے بچنے کی تائید فرمائی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ جو نیک اور سمجھدار ہیں وہ شیطان سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں گے اور جو انسان بد اور لاپرواہ ہیں اس کے شکنجے میں آجائیں گے۔

وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦ (الذاریات)

"میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے وہ صرف میری عبادت کریں۔"

عبادت 'عبد' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں غلام، بندہ۔ عبدیت یعنی جو بھی مالک کہے اس کے تابع ہونا۔ انسان اور جن کو اپنی من مانی کے لیے نہیں بنایا گیا۔

ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفُورُ ۝٢ (الملک)

"جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔"

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَـٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝١١٥ (المؤمنون)

"کیا تم گمان کئے ہوئے ہو ہم نے تمہیں یونہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔"

ہمیں معلوم ہوا کہ ہم اچھے کام کرنے کے لیے آئے ہیں اور ہمارا امتحان ہوگا اور یہ دنیا ہمارے لیے امتحان حال ہے اور اس کا رزلٹ مل کر رہے گا۔

وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ أَعْمَـٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَكَانُوا۟ مُسْتَبْصِرِينَ ۝٣٨ (العنکبوت)

"(اور شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک لیا تھا باوجود یہ کہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے۔"

إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ إِذَا مَسَّهُمْ طَـٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَـٰنِ تَذَكَّرُوا۟ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝٢٠١ وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِى ٱلْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝٢٠٢ (الاعراف)

"یقیناجو لوگ خدا ترس ہیں ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کی گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں بس وہ باز نہیں آتے۔"

اللہ تعالیٰ نے غلط اور صحیح انسان کے درمیان فرق کی کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِۦٓ أَهْدَىٰٓ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾ (الملک)

"اچھاوہ شخص زیادہ ہدایت والا ہے جو اپنے منہ کے بل اوندھا ہو کر چلے یا وہ سیدھا (پیروں کے بل) راہ راست پر چلا ہو۔"

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰٓ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٩﴾ (الرعد)

"کیاوہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو اتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔"

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ كَمَن زُيِّنَ لَهُۥ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ وَٱتَّبَعُوٓا۟ أَهْوَآءَهُم ﴿١٤﴾ (محمد)

"کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کا برا کام مزین کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو۔"

مَّثَلُ ٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُۥ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَٰلِدٌ فِى ٱلنَّارِ وَسُقُوا۟ مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾ (محمد)

"اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لیے وہاں پر ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے کیا یہ مثل ان کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

هُوَ ٱلَّذِى يُرِيكُمُ ٱلْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنشِئُ ٱلسَّحَابَ ٱلثِّقَالَ ﴿١٢﴾ (الرعد)

"کہہ دیجئے کہ اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔"

عوام اور حکمران

اگر دیکھا جائے تو کافی عرصے سے ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ ماحول اور ان کے اثرات کے بارے میں بات کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ فلاں حکومت نے ہمیں پریشانی میں ڈال دیا ہے، ہمیں بنیادی ضرورتیں مہیا نہیں کی گئی ہیں، فلاں حکومت نے زیادہ آزادی دے رکھی ہے، کوئی قانون اور انصاف نہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر سارے کا سارا قصور اور الزام حکومت پر ہی ڈال کر خود بری ہو جاتے ہیں کہ یہاں ماحول ہی ایسا ہے چاہے وہ کسی محلے کی ہی بات کیوں کرتے ہوں۔

یہ سو فیصد درست ہے کہ معاشرے میں بنیادی ضروریات نہ ہونے، انصاف نہ ملنے اور قانون وغیرہ پر صحیح عمل نہ ہونے کی وجہ سے کئی برائیاں اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ممالک ترقی نہیں کرتے۔ یہ بھی درست ہے کہ ملک کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کی ضرورتوں کا خیال رکھے یہ ایک بہت بھاری ذمہ ہے جس کا اس کو اپنے رب کے سامنے جواب دینا ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن تَوَلَّيۡتُمۡ أَن تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ ۝٢٢ (محمد)

"اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی گئی ہے۔"

حدیث

رسولؐ اللہ نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایک رعیت عطا کرے پھر اسے ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ اپنی رعیت کے بارے میں خیانت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔" (بخاری)

تو کیا پھر عام عوام پر کچھ فرض نہیں بنتا کہ وہ اپنی اصلاح کرے یا اپنے آس پاس کی اصلاح کے لیے کچھ کام کرے اور ان کو دین و دنیا کا علم پہنچائے اور ان کو شعور دے۔ ہمارے ملازم، مزدور اور غریب طبقہ اور گائوں وغیرہ کے لوگ جن کو دین و دنیا کا کچھ علم نہیں تو پھر ان کو علم کون پہنچائے گا؟ کیا ہم حکمران کے انتظار میں رہیں کہ کب وہ اپنا کام کرتے ہیں یا ان کو ان کی جہالت میں ہی چھوڑ دیں تاکہ برائیاں اور بڑھیں۔ کم از کم اگر ہم اپنے آس پاس ملازم وغیرہ میں کچھ علم کی آگاہی دیں اور ان کی دینی و دنیاوی مدد کر سکیں تو کچھ معاشرے میں اچھائی کا امکان ہے۔

علم ہو یا دولت تم پر دونوں کے کچھ حقوق ہیں۔ کیا ہم سے اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کا نہیں پوچھے گا یا ہمارے اعمالوں کا حساب کتاب نہیں ہو گا۔ جب انسان خود غرض ہو جائے اور برائیاں عام ہو جائیں تو اس کے بعد آنے والی نسلوں میں سے ان کے درمیان جو حکمران پیدا ہوں گے وہ کیسے ہوں گے؟ ظاہر ہے وہ بھی ایسے ہی ہوں گے جیسے ان کے بڑے تھے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: "جیسے تم ہو گے ویسے ہی تم پر امیر (حکمران) مسلط ہوں گے۔" (مشکوٰۃ)

جب ہم اپنی اور معاشرے کی اصلاح کریں گے تو انشاء اللہ ہمارے درمیان بہترین قوم پیدا ہو گی جو صحیح فیصلے کرے گی اور ان میں جو حکمران ہوں گے وہ بھی معاشرے کی بھلائی کا ذمہ سنبھال سکیں گے۔

دین کا معاملہ صرف علماء اور مولانا ہی کا نہیں بلکہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ وہ کم از کم اپنے گھر اور اہل و عیال کو تو دینی تعلیم دے سکے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ (التحریم)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں"

حدیث

رسول اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے: "ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔" (بخاری)

لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ شرک اور غلط عقیدہ اور بڑے گناہوں سے بچتا رہے اور اپنے اہل و عیال کو بھی صحیح اور غلط کی پہچان کرائے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور بڑے دن کے عذاب سے خوف کرے اور دین اسلام اپنائے۔

فَٱعْبُدُوا۟ مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِۦ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْخَـٰسِرِينَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٥﴾ (الزمر)

"کہہ دیجئے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے۔ یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے۔"

قرآن مجید میں ہے:

وَأْمُرْ بِٱلْمَعْرُوفِ وَٱنْهَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴿١٧﴾ (لقمان)

"اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴿٧١﴾ (التوبہ)

"مؤمن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار و معاون اور) دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: ”ہر شخص حاکم اور ذمہ دار ہے ہر ایک سے اس کے رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا وقت کا حاکم نگراں ہے اس سے رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اور اس سے اس کے اہل وعیال کے بابت سوال پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور خادم (ملازم) اپنے مالک کے مال کا نگراں ہے اس سے اس بابت پوچھا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کی بابت اس سے پوچھا جائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

مسلمان اور کفار کے درمیان معاملہ

آج کے لوگوں میں مغربی طرزِ زندگی گزارنا اور عادات کے اپنانے کو ترقی کا نام دیا جارہا ہے جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دنیاوی شان و شوکت کے بارے میں فرمایا ہے:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِي ٱلْبِلَٰدِ ﴿١٩٦﴾ مَتَٰعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ ٱلْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ (آل عمران)

”تجھے کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے (دنیاوی زندگی کا مزہ) اس کے بعد ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔“

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ (طٰہٰ)

”اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمائیں تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔“

سورۃ آل عمران کی آیتوں میں خطاب اگرچہ رسول اللہؐ سے ہے لیکن مخاطب پوری امت ہے۔ شہروں میں چلنے پھرنے سے مراد تجارت و کاروبار کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہے اور یہ تجارتی سفر و وسائل، دنیا کی فراوانی اور کاروبار کی وسعت و فروغ کی دلیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں یہ سب کچھ عارضی اور چند روزہ فائدہ ہے اس سے اہل ایمان کو دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اصل انجام پر نظر رکھنی چاہیے جو ایمان کی محرومی کی صورت میں جہنم دائمی عذاب ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں بھی آپؐ سے خطاب ہے کہ روئے زمین میں جو کچھ ہے حیوانات، جمادات، نباتات، معدنیات اور دیگر خزانے یہ سب دنیا کی زینت اور اس کی رونق ہیں اور یہ سب آزمائش کا سامان ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ دیکھیں کون نیک کام کر رہا ہے اور آپؐ کو ہم نے سورۃ الفتح اور قرآن عظیم جیسی نعمتیں عطا کی ہیں جو سب سے بہتر ہیں۔

آج کے دور کے مسلمان تو جیسے غیر مسلم کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ، کلچر، تہذیب، طریقہ زندگی اپنا کر وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نئے دور کے ساتھ چل رہے Father's Day, Mother's day , Halloween, Valentines Day, New Year بسنت وغیرہ اور شادی کے موقع پر مہندی اور کئی قسم کی رسومات اپنانا جو مسلمانوں کی نہیں غیر مسلموں سے آئی ہیں اور آج کے دور کے مسلمان حاکم کفار کے دباؤ میں آکر جھک گئے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہماری بھلائی، ترقی اور عزت اسی میں ہے اور ان کی محبت میں اپنا راز ان کے آگے کھول دیتے ہیں جس کی وجہ سے آج مسلمان ساری دنیا میں خستہ، خوار اور بے چین ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍۚ إِلَّا تَفۡعَلُوهُ تَكُن فِتۡنَةٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَفَسَادٞ كَبِيرٞ ﴿٧٣﴾ (الانفال)

"کافر ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں اگر تم ایک دوسرے کی حمایت نہ کروگے تو زمین میں بڑا فساد برپا ہوگا۔"

ارشاد نبویؐ ہے: "جو شخص مسلمانوں کے لیے معاملہ کا ذمہ دار بنایا گیا پھر اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق ادا نہ کیے وہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا۔"

رسول اللہؐ کی اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ سلف صالحین شہنشاہ، سرکاری مناصب اور عہدوں سے دور بھاگتے رہے اور اگر کسی کو یہ ذمہ داری اٹھانی پڑی تو اس نے تقویٰ، دیانت داری اور امانت کی زریں مثالیں قائم کیں جس کی مثال تاریخ سے ملتی ہے۔

برے اعمال کی ممانعت

قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نیک اور بد اعمال اور ان کے بارے میں احکامات اور ان کی سزا اور اجر کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَكُم بَيۡنَكُم بِٱلۡبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٖ مِّنكُمۡۚ وَلَا تَقۡتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيمٗا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ عُدۡوَٰنٗا وَظُلۡمٗا فَسَوۡفَ نُصۡلِيهِ نَارٗاۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾ (النساء)

"اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی ہو (جیسے خرید و فروخت) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم کرے گا تو عنقریب

ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٩٠ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝٩١ (المائدۃ)

"اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور آستھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔"

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٣٣ (الاعراف)

"آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کو تم نہیں جانتے ہو۔"

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُواْ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝١٥١ (الانعام)

"آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے بھی طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ اور جن کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ان کو قتل مت کرو۔ ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تا کہ تم سمجھو (یعنی قصاص کے طور پر قانونی طریقے سے)۔"

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُواْ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝١٥١ وَلَا تَقْرَبُواْ

مَالَ ٱلۡيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ أَشُدَّهُۥۚ وَأَوۡفُواْ ٱلۡكَيۡلَ وَٱلۡمِيزَانَ بِٱلۡقِسۡطِۖ لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَاۖ وَإِذَا قُلۡتُمۡ فَٱعۡدِلُواْ وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰۖ وَبِعَهۡدِ ٱللَّهِ أَوۡفُواْۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ (الانعام)

"اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو احسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی سن رشد (بلوغت) کو پہنچ جائیں اور ناپ تول پوری پوری کرو اور انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو۔ ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ ﴿٩٠﴾ (النحل)

"اور (اللہ) بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔"

وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍۗ ﴿١٠٨﴾ (الانعام)

"اور گالی مت دو، ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ پھر وہ برائے جہل (جہالت میں) حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔"

وَذَرُواْ ظَٰهِرَ ٱلۡإِثۡمِ وَبَاطِنَهُۥٓۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡسِبُونَ ٱلۡإِثۡمَ سَيُجۡزَوۡنَ بِمَا كَانُواْ يَقۡتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾ (الانعام)

"اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے لیے عنقریب سزا ملے گی۔"

وَلَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَكُم بَيۡنَكُم بِٱلۡبَٰطِلِ وَتُدۡلُواْ بِهَآ إِلَى ٱلۡحُكَّامِ لِتَأۡكُلُواْ فَرِيقًا مِّنۡ أَمۡوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلۡإِثۡمِ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿١٨٨﴾ (البقرہ)

"ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔"

إِن تَجۡتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُم مُّدۡخَلٗا كَرِيمٗا ﴿٣١﴾ (النساء)

"اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔"

برے اعمال اور ان کا انجام

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا وَٱسۡتَكۡبَرُواْ عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ أَبۡوَٰبُ ٱلسَّمَآءِ وَلَا يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ

ٱلْجَمَلُ فِى سَمِّ ٱلْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤١﴾ (الاعراف)

"جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہیں جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ان کے لیے آتش دوزخ کا بچھونا ہو گا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہو گا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔"

وَٱلَّذِينَ كَسَبُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَّا لَهُم مِّنَ ٱللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَآ أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ ٱلَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٧﴾ (یونس)

"اور جن لوگوں نے بد کام کیے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائے گی ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا گو کہ ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہو گی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں یہ لوگ آگ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَٰبٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ (الحجر)

"میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری (شیطان) پیروی کریں گے یقیناً ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔"

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ ٱلْأَنْعَٰمُ وَٱلنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ (محمد)

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ خوب مزے کر رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔"

وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ (التوبہ)

"اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھ لو۔"

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ أَمۡوَٰلَ ٱلۡيَتَٰمَىٰ ظُلۡمًا إِنَّمَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ نَارٗاۖ وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيرٗا ١٠

(النساء)

”جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں اور اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔“

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ٱلۡغَٰفِلَٰتِ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ لُعِنُواْ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ٢٣

(النور)

”جو پاک دامن بھولی بھالی (بے خبر عورتوں پر) باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔“

وَإِنَّ ٱلۡفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٖ ١٤ يَصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ ٱلدِّينِ ١٥ وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِينَ ١٦ (الانفطار)

”اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے بدلے والے دن (روزِ جزا) اس میں جائیں گے وہ اس (جہنم) سے (ہرگز) غائب نہ ہونے پائیں گے۔“

وَأَمَّا مَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِشِمَالِهِۦ فَيَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي لَمۡ أُوتَ كِتَٰبِيَهۡ ٢٥ وَلَمۡ أَدۡرِ مَا حِسَابِيَهۡ ٢٦ يَٰلَيۡتَهَا كَانَتِ ٱلۡقَاضِيَةَ ٢٧ (الحاقہ)

”اور جن کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہیں جانتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش! میری دنیا کی موت ہی فیصلہ کن ہوتی۔“

هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأۡوِيلَهُۥۚ يَوۡمَ يَأۡتِي تَأۡوِيلُهُۥ يَقُولُ ٱلَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلۡحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُواْ لَنَآ أَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ ٱلَّذِي كُنَّا نَعۡمَلُۚ قَدۡ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَفۡتَرُونَ ٥٣ (الاعراف)

”جس روز وہ انجام (آگ کا عذاب) سامنے آئے گا تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے اسے نظر انداز کر دیا تھا کہیں گے واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے پھر کیا اب ہمیں کچھ سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں یا ہمیں دوبارہ واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ جو کچھ ہم پہلے کرتے تھے اس کے برعکس اچھے عمل کر کے دکھائیں انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے ان سے گم ہو گئے۔“

وَقَالَ ٱلشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِىَ ٱلْأَمْرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٱلْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ إِنِّى كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ (ابراہیم)

"جب فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے تم سے جتنے بھی وعدے کیے ان کی خلاف ورزی کی اور (ہاں) میرا تم پر کوئی زور تو نہ تھا میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی، تم نے (خود ہی) میری دعوت پر لبیک کہا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو، یہاں نہ تو میں تمہاری فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے میں تو اسے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

نیک اعمال کا حکم

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾

(النساء)

"اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے اس لیے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم کج بیانی یا پہلو تہی کرو گے (جان بوجھ کر جھوٹ بولنا) تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِى مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ (الانعام)

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔"

قُل لِّعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ سِرّٗا وَعَلَانِيَةٗ مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خِلَٰلٌ ﴿٣١﴾ (ابراہیم)

"میرے ایمان والے بندوں سے کہہ دیجیے کہ نماز کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں اور اس سے پہلے کے وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور محبت۔"

فَـَٔاتِ ذَا ٱلۡقُرۡبَىٰ حَقَّهُۥ وَٱلۡمِسۡكِينَ وَٱبۡنَ ٱلسَّبِيلِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجۡهَ ٱللَّهِۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿٣٨﴾ (الروم)

"پس قرابت دار کو، مسکین کو، مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دیجیے یہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کا منہ دیکھنا چاہتے ہیں ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ فَإِن كَرِهۡتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَيَجۡعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيۡرٗا كَثِيرٗا ﴿١٩﴾ (النساء)

"اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو (یاد رکھو) ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے۔"

وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشۡرِكَ بِي مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٞ فَلَا تُطِعۡهُمَاۖ وَصَاحِبۡهُمَا فِي ٱلدُّنۡيَا مَعۡرُوفٗاۖ وَٱتَّبِعۡ سَبِيلَ مَنۡ أَنَابَ إِلَيَّۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ﴿١٥﴾ (لقمان)

"اگر تیرے ماں باپ تجھے مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماں لیکن دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتائو کرتا رہ لیکن پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں تمہیں بتائوں گا جو کچھ تم (دنیا میں) عمل کرتے رہے۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴿٥٩﴾ (الاحزاب)

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکایا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

نیک اعمال اور ان کا انعام

وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُۖ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنۡهَا مِن

ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا۟ هَٰذَا ٱلَّذِى رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا۟ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٥﴾ (البقرۃ)

"(اے محمد) خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب کبھی پھل انہیں کھانے کو دیے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ ویسا ہے جو ہم کو (دنیا میں) اس سے پہلے دیا گیا تھا اور ان کی بیویاں ہیں صاف ستھری (پاکیزہ) اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَآ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٤٢﴾ (الاعراف)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے وہی لوگ جنت والے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ (الانفال)

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے وہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ ٱلْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٦﴾ (یونس)

"جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اچھا صلہ ہے اور اس سے زیادہ (انعام و اکرام) بھی ان کے چہروں پر نہ سیاہی اور ذلت نہ ہو گی (بلکہ خوشی اور چمک ہو گی) یہ ہیں جنتی لوگ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

وَنَزَعْنَا مَا فِى صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِى مِن تَحْتِهِمُ ٱلْأَنْهَٰرُ ۖ وَقَالُوا۟ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ۖ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلْحَقِّ ۖ وَنُودُوٓا۟ أَن تِلْكُمُ ٱلْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ (الاعراف)

”اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا اس کو دور کر دیں گے ان (محلوں) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو رستہ نہ دکھاتا واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔“

كُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ هَنِيٓـًٔۢا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝١٩ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَـٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝٢٠ (الطور)

”تم مزے سے کھاتے پیتے رہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ برابر بچھے ہوئے شاندار تختوں پر تکیے لگائے ہوئے اور ہم نے ان کے نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کر دیے ہیں۔“

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝٤٨ (الحجر)

”اہل جنت کو جنت میں کسی قسم کی تھکان نہ ہوگی نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے۔“

جَنَّـٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَن صَلَحَ مِنْ ءَابَآئِهِمْ وَأَزْوَٰجِهِمْ وَذُرِّيَّـٰتِهِمْ ۖ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ۝٢٣ سَلَـٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى ٱلدَّارِ ۝٢٤ (الرعد)

”ابدی جنتوں میں جنتی لوگ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد ان کی بیویوں اور اولادوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے سے فرشتے اہل جنت کے پاس آئیں گے اور کہیں گے ”سلامتی ہو تم پر یہ جنت تمہارے صبر کا بدلہ ہے (جو دنیا میں تم نے کیا) آخرت کا گھر تمہیں مبارک ہو۔“

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَـٰنٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنَـٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ ۚ كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝٢١ (الطور)

”جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی ایمان کے کسی درجہ میں ان کے نقش قدم پر چلی ان کی اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے (یعنی آباؤ اجداد کے) عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے۔“

يَتَنَـٰزَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝٢٣ * وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝٢٤ (الطور)

”ہم ان کے لیے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے (خوش طبعی کے ساتھ) ایک دوسرے سے جام (شراب) کی چھینا جھپٹی کریں گے۔ جس شراب کے سرور میں نہ تو بیہودہ گوئی ہوگی نہ گناہ اور ان کے ارد گرد ان کے نو عمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویہ وہ موتی تھے ڈھکے رکھے تھے۔“

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ (یونس)

”یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور برائیوں سے پرہیز رکھتے ہیں ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ بڑی کامیابی ہے۔“

وَسِيقَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ رَبَّهُمْ إِلَى ٱلْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَٱدْخُلُوهَا خَٰلِدِينَ ﴿٧٣﴾ (الزمر)

”اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جاچکے ہوں گے اور وہاں کے نگہبان (فرشتے) ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو بہت اچھے رہے داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لیے۔“

وَقَالُوا۟ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى صَدَقَنَا وَعْدَهُۥ وَأَوْرَثَنَا ٱلْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ ٱلْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ﴿٧٤﴾ (الزمر)

”جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنادیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا یہی اچھا بدلہ ہے۔“

دَعْوَىٰهُمْ فِيهَا سُبْحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ۚ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠﴾ (یونس)

”ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی ”سبحان اللہ“ اور ان کی باہمی ملاقات پر یہ دعا ہوگی ”سلامتی ہو“ (گفتگو کے) آخیر بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لیے جو سارے جہان کا رب ہے۔“

لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِىِّ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ۗ مَن يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِۦ وَلَا يَجِدْ لَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٢٣﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٢٤﴾ (النساء)

”حقیقت حال (انجام کار) نہ تو تمہاری آرزو کے مطابق ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر موقوف ہے، جو برا کرے گا اس کی سزا پائے گا اور کسی کو نہ پائے گا جو اس کی حمایت و مدد اللہ کے پاس کر سکے۔ جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال

کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔"

وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ كِتَٰبًا يَلْقَىٰهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ ٱقْرَأْ كِتَٰبَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ ٱلْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ (بنی اسرائیل)

"ہم نے ہر انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا کر رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم اس کے لیے اس کا نامہ اعمال نکال کر سامنے کر دیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ (اس سے کہا جائے گا) پڑھ اپنا نامۂ اعمال آج تو خود ہی اپنے حق میں حساب لگانے کے لیے کافی ہے۔"

نجات کا تصور

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں نجات کے چار اصول بیان کیے ہیں تاکہ انسان کم از کم ان چار اصولوں پر عمل کر کے نجات حاصل کر سکے۔

وَٱلْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ﴿٣﴾ (العصر)

"زمانے کی قسم (یقیناً) انسان خسارے (نقصان) میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں اور (جنھوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔"

ایمان

سب سے پہلے کہ انسان ایمان لائے۔ ایمان کن باتوں پر؟ صحیح مسلم کی حدیث ہے: ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ انسانی صورت میں رسول اللہؐ کے پاس آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ جواب میں فرماتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا، اس کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا، آخرت پر ایمان لانا اور تقدیر پر ایمان لانا"۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

ان میں سب سے اہم بات اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اس دنیا میں جتنی غلطی اور جتنا دھوکا لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے میں کرتے ہیں کسی اور میں شاید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کون ہے۔ دنیا کی اکثریت اللہ تعالیٰ کو پہچاننے سے دور ہے اللہ تعالیٰ نے صاف طور

پر اپنی پہچان سورۃ الاخلاص میں کی ہے۔

قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ۝٤ (الاخلاص)

"آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک (ہی) ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور پہچانیں کہ وہ کون ہیں ہم جان لیں گے فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے وہ بجا لاتے ہیں ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتابیں نازل کیں ان سب پر ایمان لانا لازمی ہے جیسے تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید اور ان کے ساتھ صحیفوں پر بھی ایمان لانا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِٱلْءَاخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝٤ أُو۟لَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٥ (البقرہ)

"اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔"

رسولوں پر ایمان لانا

حضرت آدمؑ سے لے کر محمدؐ تک جتنے بھی رسول آئے ان سب پر ایمان لانا لازمی ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى ٱللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ ٱلضَّلَٰلَةُ ۚ فَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ ۝٣٦ (النحل)

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ پس بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟"

ہم نے آپؐ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے (خبر دار کرنے) والا بنا کر بھیجا ہے کوئی امت ایسی نہیں ہوتی جس میں

کوئی ڈرانے (خبر دار کرنے) والا (نبی) نہ گزرا ہو۔

آخرت پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمایا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ کی دنیا نہیں بلکہ یہاں سے گزر کر آخر میں ہم سب کو پھر اٹھنا ہے اپنے عمل کا جواب دینا ہے۔

وَكُلُّهُمْ ءَاتِيهِ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ (مریم)

"یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔"

وَٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾ (البقرہ)

"اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔"

آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ (الرحمٰن)

"زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔"

تقدیر پر ایمان

تقدیر کے ایمان پر یقین کرنا کہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خلاف ایک تنکا بھی ہل نہیں سکتا۔

كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهُۥ تَقْدِيرًا ﴿٢﴾ (الفرقان)

"اور ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا (تقدیر مقرر فرمائی)۔"

نیک اعمال کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار ایمان کے ساتھ نیک عمل کی تاکید فرمائی ہے یہ قطعی طور پر قابل قبول نہیں ہے کہ کوئی ایمان لائے اور عمل کچھ نہ کرے یا عمل کرے اور ایمان نہ لائے، یعنی بغیر عمل کے ایمان کام نہ آئے گا اور بغیر ایمان کے عمل کام نہ آئے گا۔ ہمیں عمل صالح کے لیے قرآن مجید اور صحیح احادیث سے مدد حاصل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن و سنت میں وہ سب احکامات ہیں جو کہ ہمیں اس بارے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہمیں صحیح اور غلط کی

پہچان کراتی ہیں کہ کیا کیا جائے۔نیک عمل کے لیے کن کن چیزوں سے ہمیں بچنا چاہیے۔آخرت کی کامیابی کے لیے ایمان کے ساتھ نیک عمل کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے کئی بار قرآن مجید میں کیا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ كَانَتۡ لَهُمۡ جَنَّٰتُ ٱلۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۝١٠٧ (الکھف)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے (نیک) کیے یقیناً ان کے لیے الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے"۔

وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٞ ۝٩ (المائدہ)

'اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کے لیے وسیع مغفرت اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔"

لوگوں کو حق کی طرف بلانا

دوسروں کو حق کی دعوت دینا نجات حاصل کرنے کے لیے ایک اہم وصف ہے۔اللہ تعالیٰ نے دعوت کے تعلق سے لوگوں کو حق کی طرف بلانے کے متعلق مسلمانوں کو خیر امہ کا خوبصورت لقب دیا ہے۔ارشاد ہوا:

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِۗ وَلَوۡ ءَامَنَ أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۚ مِّنۡهُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ۝١١٠ (آل عمران)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ لقب اس لیے دیا گیا ہے کہ ہم خیر، بھلائی اور حق کی طرف لوگوں کو بلائیں اور برائی سے روکیں ورنہ ہم خیر امت کہلانے کے لائق نہیں۔ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ۝١٠٤ (آل عمران)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں"۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے کی اصلاح کرنی چاہیے اور غیر مسلموں کو حق اور سچائی کی دعوت دینی چاہیے، انہیں حق سے آگاہ کرنا چاہیے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔

وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلٗا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ ۝٣٣ (حٰم السجد)

”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں۔“

صبر کی تلقین

ہمیں اصلاح اور تبلیغ کے کاموں میں مشکلات آسکتی ہیں۔ ہمیں صبر کا مظاہرہ کرنا پڑے گا تبھی ہمارا کام اچھا اور اللہ کے ہاں پسندیدہ ہو گا۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس لیے بھیجا تا کہ دیکھے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے یعنی یہ دنیا ہمارے لیے امتحان اور آزمائش کے لیے ہے۔

ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفُورُ ۝٢ (الملک)

”جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔“

انسان صرف یہ گمان نہ کرے کہ صرف زبان سے ایمان لانے کے بعد، بغیر امتحان لیے چھوڑ دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ شر اور خیر سے آزماتا ہے۔

أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓا۟ أَن يَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝٢ (العنکبوت)

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟“

یہ چار شرائط درکار ہیں تا کہ ہم نجات حاصل کر سکیں۔ اسلام میں مکمل طور پر نجات کا تصور پایا جاتا ہے۔ ہمیں کم از کم ان چار شرائط کا خیال کرنا چاہیے ویسے اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مرضی سے جسے چاہے بخش دے۔ اگر ہم ان میں سے کسی میں چوک گئے ہیں تو مایوسی کی بات نہیں ہمیں موقع ہے اپنی اصلاح کرنے کا، کیونکہ اسلام میں اس کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کئی بار فرماتے ہیں کہ وہ غفور الرحیم ہے اگر توبہ کی جائے یہاں تک کہ شرک جیسے بڑے گناہ کی بھی توبہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں قبول کرتا ہے۔

قُلْ يَـٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ۝٥٣ (الزمر)

”(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔“

شرک کی توبہ نہ کی گئی تو آخرت میں شرک ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

توبہ

توبہ کا لغویٰ معنٰی واپس پلٹنا ہے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ کے راستے سے واپس پلٹ آیا ہے اور نیکی کے راستے پر لگ گیا ہے۔

فَمَن تَابَ مِنۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهِۦ وَأَصۡلَحَ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَتُوبُ عَلَيۡهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ ۝٣٩ (المائدہ)

"جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔"

وَإِنِّي لَغَفَّارٞ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا ثُمَّ ٱهۡتَدَىٰ ۝٨٢ (طٰہٰ)

"ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کرلیں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔"

رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے: "ہر شخص خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والا ہے"۔

اس حدیث مبارک میں رسول اکرمؐ نے دو باتوں کی نشاندہی فرمائی ہے پہلی یہ کہ ہر شخص سے خطا اور گناہ سرزد ہوتے ہیں کوئی شخص اپنے آپ کو گناہوں سے معصوم نہ سمجھے۔ دوسرا یہ کہ گناہ کے بعد توبہ مطلوب ہی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔ جبکہ انسان زیادہ تر اپنے آپ کو صحیح اور معصوم سمجھتا ہے اور اپنی بڑائی کرتا ہے اور دوسروں کو غلط ثابت کرتا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ۝٣٢ (النجم)

"بس تو اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو وہی پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے"۔

إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلۡمُتَطَهِّرِينَ ۝٢٢٢ (البقرہ)

"اللہ تعالیٰ یقیناً توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

رسول اللہ کا ارشاد ہے: "میں دن میں اللہ تعالیٰ سے 70 بار سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

آپؐ نے فرمایا: "اے انسانو! اللہ سے توبہ کرو اس سے بخشش مانگو۔ بے شک میں روزانہ سو دفعہ استغفار کرتا ہوں۔" (مسلم)

رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے: "رات کے وقت اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والے توبہ کرلیں (اور اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے) پھر دن کے وقت اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والے توبہ کرلیں۔" (مسلم)

اگر گناہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کا کیا ہو یعنی حقوق اللہ کے معاملے میں ہے تو اس کی توبہ کی تین شرائط ہیں:

1۔ گناہ پر پشیمان رہے

2۔ معافی مانگے اور گناہ سے باز آجائے

3۔ پھر نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے

اگر ان تینوں شرائط میں ایک کی بھی کمی ہو گی تو توبہ صحیح نہ ہو گی۔ اگر گناہ کسی انسان کے متعلق ہو یعنی حقوق العباد سے ہے تو اس کی معافی کے لیے 4 شرائط ہیں۔ پہلے تین شرطوں کے ساتھ چوتھی یہ کہ جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے، جس کے ساتھ زیادتی کی وہ اس سے معافی مانگے محض زبان سے توبہ توبہ کر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

وَأَنِ ٱسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓاْ إِلَيْهِ ﴿٣﴾ (ھود)

"اور تم لوگ اپنے گناہ، اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اُسی کی طرف متوجہ رہو۔"

ہمیں توبہ کے ساتھ استغفار کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور اپنی اصلاح کے لیے اللہ سے مدد مانگنا چاہیے۔ اگر کسی کا نفس توبہ کے بعد پھر بھی گزشتہ گناہ کے تصور سے خوش ہوتا ہو اور انجانے میں پھر گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو اسے بار بار توبہ کرتے رہنا چاہیے اور اس وقت تک توبہ کرنی چاہیے جب تک اس کا نفس حقیقتاً ندامت محسوس نہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان کی وہم و گمان سے کئی گنا زیادہ وسیع ہے اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو غفور اور رحیم سمجھ کر گناہ کرتے چلے جانا یا توبہ کر کے بار بار توڑتے چلے جانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مذاق اور تمسخر کے مترادف ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد مبارک ہے:

إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُوْلَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٰٔنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ (النساء)

"اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔ ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ (لقمان)

"کوئی دھوکے باز تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکہ نہ دینے پائے۔"

اللہ کے معاملے میں دھوکہ سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان کسی فریب میں مبتلا رہے کہ اللہ تعالیٰ تو بس صرف غفور الرحیم ہے، گناہ کرتے چلے جاؤ وہ بخشتا چلا جائے گا اور سزا نہیں دے گا۔ رسول اللہؐ نے ایمان کی صحیح کیفیت اُمید اور خوف کے درمیان بتلائی ہے۔ انسان کو جتنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت کی اُمید رکھنی چاہیے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت کا خوف

بھی دامن گیر رہنا چاہیے۔ اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اگر نادانی سے کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھیں تو توبہ کر کے اپنی اصلاح کرتے ہیں یعنی غلطی سے گناہ کرلے تو فوراًتوبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے۔

إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ (النساء)

"اللہ کے ذمے ہے توبہ قبول کرنا ایسے لوگوں کی جو کوئی بری حرکت کر بیٹھتے ہیں جہالت اور نادانی میں' پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں' تو یہی ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور حکیم و دانا ہے۔"

وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَإِنَّهُۥ يَتُوبُ إِلَى ٱللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ (الفرقان)

"اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ (حقیقتاً) اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)